درس حدیث

محمد اظہر مدنی

جھوٹی گواہی کی سزا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھاتا ہے اور جھوٹی قسم کے ساتھ مسلمان بھائی کا مال چھیننا چاہتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالی سے ملاقات کے وقت اللہ تعالی اس پر ناراض ہوگا- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تصدیق اللہ کے اس فرمان سے بھی ہورہی ہے "بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ سے کیے گئے وعدوں اور اپنی قسموں کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے ان سے اللہ تعالی نہ تو بات چیت کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا-(صحیح بخاری ومسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق چھینتا ہے اللہ تعالی نے اس کے لیے جہنم کو واجب کردیا ہے اور جنت کو اس پر حرام کردیا ہے۔ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ معمولی چیز ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہے پیلو کے درخت کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔(صحیح مسلم)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم عن الخطا تھے لیکن دو فریقوں کے مابین فیصلہ کرنے میں بہت محتاط رہتے تھے اور آپ کا جو بھی فیصلہ ہوتا تھا وہ حق کی بنیاد پر ہوتا تھا اور اس طرح کے فیصلے میں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا مقصد ہوتا تھا- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا- بے شک میں انسان ہوں اور تم میرے پاس فیصلہ کروانے کے لیے آتے ہو اور شاید تم میں سے کچھ لوگ دوسرے لوگوں کی بنسبت اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ فصیح ہوں تو میں ان کی بات سن کر اس کے مطابق ان کے حق میں فیصلہ کردیتا ہوں اس لیے میں جس شخص کو فیصلہ کرتے ہوئے اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دوں تو وہ اس کو ہرگز نہ لے بلاشبہ میں اس کو جہنم کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔(صحیح بخاری ومسلم)

اوپر بیان کی گئی تینوں احادیث میں جھوٹی گواہی کی مذمت کی گئی ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی دینے والوں کو سخت عذاب کی تنبیہ کی ہے لیکن آج ہمارے سماج ومعاشرے میں جھوٹی گواہی دینے کا چلن بڑھتا جارہا ہے لوگ معمولی فائدے کی خاطر بات بات پر جھوٹ بولتے ہیں اور اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے خلاف واقعہ باتوں کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ جیسے یہی صحیح ہو جب کہ جھوٹی گواہی دینے والا اپنی بات کو بہت ہی مزین کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ حقیقت پر پردہ پڑ جائے جبکہ اللہ تعالی ہر کسی کے دلوں کی بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔جھوٹی گواہی دینے والے اس وہم اور غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ اللہ کی گرفت سے بچ جائیں گے- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے اندر جو تنبیہ کی ہے آخرت میں ان کو اس سزا سے دوچار ہونا پڑے گا- بہت سے لوگ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کو معمولی سمجھتے ہیں جبکہ گواہی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ہر گواہی کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے ایک جھوٹی گواہی سے دوسرے کی عزت بھی جاسکتی ہے ایک جھوٹی گواہی سے دوسرے کی جان بھی جاسکتی ہے اس حقیقت کا علم ہر صاحب ایمان کو بھی ہونا چاہیے افسوس ہے کہ لوگ خود غرضی میں اس قدر ملوث ہوگئے ہیں کہ ان کو یہ احساس نہیں رہ گیا ہے کہ وہ جھوٹی گواہی دے کر اللہ تعالی کے عذاب کے مستحق تو بن ہی رہے ہیں علاوہ ازیں وہ دوسروں کی جان ومال اور عزت سے بھی کھلواڑ کررہے ہیں۔اس کے برعکس سچی گواہی دینے کی اسلام نے ترغیب بھی دی ہے- ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں بہترین گواہ کے بارے میں نہ بتاؤں بہترین گواہ وہ شخص ہے جو گواہی کے مطالبے سے پہلے گواہی دے-(صحیح مسلم) ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے زمانے کے لوگ سب سے بہتر ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے اس کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کی گواہی ان کی قسم سے اور ان کی قسم ان کی گواہی سے سبقت لے جائے گی-(بخاری ومسلم)

اس حدیث میں سچی گواہی دینے والوں کی ستائش کی گئی ہے ہم سبھی لوگوں کو صحیح گواہی دے کر اللہ کی قربت کا حقدار بننے کی کوشش کرنی چاہیے اور ان لوگوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے جنہوں نے صحیح گواہی دے کر اللہ کی تعریف کے مستحق بن چکے ہیں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سبھی لوگوں کو جھوٹی باتوں سے دور رہنے اور جھوٹی گواہی دینے سے ہر حال میں بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

اسلام میں قومی مفاد اور طاقت وقوت بھی عہد شکنی کے لیے وجہ جواز نہیں

یہ بات مسلم ہے کہ حالات کی تبدیلی اور قومی مفاد اسلام میں عہد شکنی کے لیے وجہ جواز نہیں ہے۔اس کی دلیلیں قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہیں اور بہت سے واقعات اس پر شاہد عدل ہیں۔اسی طرح دوسرے فریق کے معاملے میں اگر مسلمان اپنے آپ کو طاقتور سمجھ رہے ہیں، اور دشمن سے ہر طرح سے بے نیاز اور بے خوف ہیں۔تب بھی عہد شکنی کے لئے ان کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔قرآن کریم میں وارد صریح نص میں اس بات کی تاکید ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَوْفُواْ بِعَهْدِ اللّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلاَ تَنقُضُواْ الأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلاً إِنَّ اللّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُون وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثاً تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلاً بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَى مِنْ أُمَّةٍ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّهُ بِهِ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُون (النحل:۹۱۔۹۲)

”اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو،تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو بخوبی جان رہا ہے۔اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا، کہ تم اپنی قسموں کو آپس کے مکر کا باعث ٹھہراؤ، اس لیے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا ہو جائے۔بات صرف یہی ہے کہ اس عہد سے اللہ تمہیں آزما رہا ہے۔یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لیے قیامت کے دن ہر اس چیز کو کھول کر بیان کردے گا جس میں تم اختلاف کر رہے تھے۔“

عہد وپیمان خواہ کسی بھی قوم کے ساتھ کیا گیا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد وپیمان بن جاتا ہے۔جب تم نے اس میں قسمیں کھالی یا دین اور ایمان کے

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبد الکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲

اداریہ ۳

تحریک آزادی ہند میں علمائے صادق پور (پٹنہ) کی عظیم قربانیاں... ۷

اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم (فارم) ۱۱

کیا میلاد منانا محبت رسول اور نہ منانا گستاخ رسول کی علامت ہے ۱۴

عرش بردار فرشتوں سے متعلق احادیث کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ ۱۷

ماہ صفر کے آخری بدھ سے متعلق غیر شرعی امور ایک تجزیہ ۲۱

معروف اسلامی اسکالر اور ماہنامہ دی سمپل ٹروتھ کے ایڈیٹر ڈاکٹر ابوالحیات اشرف ۲۳

مسدس مسلم رحمہ اللہ دربیان سنت وبدعت ۲۷

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۳۰

جماعتی خبریں ۳۰

اپیل ۳۱

اشتہار اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے

فی شمارہ ______ ۷/روپے

پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

واسطے عہد کرلیا اور قسم نہ توڑنے کو موکد کرلیا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا ضامن بنالیا تو ایسے میں ایک مسلمان کا اپنے دشمن سے کیا گیا عہد توڑ دینا قبیح بات تو ہے ہی، خود اپنے آقا و مولیٰ جس کی خاطر اس نے بغض ومحبت اور دوستی و دشمنی کا اتنا بڑا جھگڑا اور خطرہ مول لیا ہے اسی سے اتنی بگاڑ کیوں کر ایک مومن کر سکتا ہے۔مزید تاکید اور عہد شکنی کی قباحت و شناعت بیان کرتے ہوئے وعید وتہدید بھی ایک معنی میں اور تنبیہ بھی کہ اس عہد شکنی کی اگر تم سوچتے بھی ہو تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی بڑی سخت ہوگی اور اس کے اپنے ہو کر اور اسی کے نام پر اسی کی خلاف ورزی تمہیں کتنی مہنگی پڑ سکتی ہے۔اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''**ان اللہ یعلم ما تفعلون**''یعنی ایسا کرنا اپنے تمام کیے پر پانی پھیرنا جیسا ہے اور ایسا کوئی ناقص العقل ہی کرسکتا ہے۔اور اس سے بری بات کیا ہے کہ قسم دھوکہ دینے کے لیے کھاؤ اور مکروحیلہ اور برے کام انجام دینے کے لیے بدعہدی کرو۔خصوصا یہ اس زعم میں انجام دو کہ اب تم فلاں معاہد قوم پر بھاری پڑ رہے ہو یا اب وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔تمہاری یہ مضبوطی، ترقی اور طاقت تمہیں تنزلی اور کمزوری کی طرف ڈھکیلنے والی ہے، اس کے ذریعہ تمہاری سخت آزمائش اور امتحان ہو رہا ہے، تمہیں کچھ خبر ہے کہ نہیں؟

اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلاَ تَشْتَرُواْ بِعَهْدِ اللّهِ ثَمَناً قَلِيلاً إِنَّمَا عِندَ اللّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (النحل:۹۵)

''تم اللہ کے عہد کو تھوڑے مول کے بدل نہ بیچ دیا کرو۔یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے باقی ہے۔اور صبر کرنے والوں کو ہم بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔''

ایسے وقت میں جب ایفائے عہد کا اصول موجود نہ تھا اور نہ اس طرح کا کوئی ماحول تھا مسلمانوں کو ایفائے عہد کا تاکیدی طور پر مکلّف کیا گیا اور آیات قرآنی کا نزول اسی ایفائے عہد اور اس پر عمل درآمد کے لئے ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللّهِ الَّذِينَ كَفَرُواْ فَهُمْ لاَ يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لاَ يَتَّقُونَ (الانفال:۵۵-۵۶)

''تمام جانداروں سے بدتر، اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں، پھر وہ ایمان نہ لائیں۔جن سے آپ نے عہد و پیمان کرلیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلاَّ الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (التوبہ:۷)

''مشرکوں کا عہد اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہ سکتا ہے سوائے ان کے جن سے تم نے عہد و پیمان مسجد حرام کے پاس کیا ہے۔''

یہود کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

أَوَكُلَّمَا عَاهَدُواْ عَهْداً نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم بَلْ أَكْثَرُهُمْ لاَ يُؤْمِنُونَ (البقرہ:۱۰۰)

''یہ لوگ جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کی ایک نہ ایک جماعت اسے توڑ دیتی ہے، بلکہ ان میں سے اکثر ایمان سے خالی ہیں۔''

اس یقین کے باوجود کہ مسلمانوں کو عہد کی پاسداری نہ کرنے کا کسی بھی حالت میں اختیار نہیں ہے اور اس علم کے علی الرغم کہ فریق مخالف کے پاس اس طرح کے عہد کی پابندی کا اصول نہیں ہے۔الا یہ کہ مسلمان جیسا کہ اسلامی تاریخ سے ظاہر ہے، شرائط کے پورے نہ ہونے سے صرف نظر کرتے ہوئے، ہر امکانی صورت میں جنگ سے بچنے کے لیے عہد کی پابندی کرتے تھے۔اس پر صلح حدیبیہ کا معاہدہ شاہد عدل ہے، باوجود یکہ وہ ایسی شرائط پر متضمن اور مشتمل تھا جن سے پہلے ہی مرحلے میں یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے حق میں ظلم وزیادتی تھی۔مسلمانوں نے جس طرح صلح کی اور ایفائے عہد کیا وہ اس کی بہت واضح مثال ہے۔

آپ غور کریں کہ ۱۴ سو مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم سے انتہائی نہتے اور بلا آلات حرب محض عمرہ کی ادائیگی اور بیت اللہ کی زیارت کی غرض سے مکہ کی طرف نکل پڑے تھے۔عرب کی ریت اور روایت کے مطابق اپنی تلواروں کو اپنے نیاموں میں رکھ کر ''**اللھم لبیک** '' کی صدا بلند کرتے ہوئے نکل پڑتے تھے۔ہدی کے جانور جنہیں ایام حج میں عرب لے جایا کرتے تھے، ان کا اشعار کیے ہوئے اور قلادہ پہنائے ہوئے عالم محویت میں غوطہ کھاتے ہوئے سوئے حرم

چل پڑے تھے۔ مکہ مکرمہ سے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال کر حضرت عثمان غنیؓ کو مکہ مکرمہ روانہ کردیا کہ وہ جا کر قریش کو اپنے آنے کے حقیقی مقصد اور زیارت بیت اللہ کے ارادے کا اظہار اور ان کے کسی بھی خدشے اور اندیشے کا خاتمہ فرمادیں۔ ادھر قریش کا حال یہ ہے کہ ان کو آپ کے آنے کی اطلاع ابھی ملی نہیں کہ ان کا جنگی اور شرّی نفس برانگیختہ ہونے لگا اور ہر طرح کی ریشہ دوانی اور گھیرابندی شروع کردی۔ کافی ردوقدح اور افہام وتفہیم کے بعد جب بات بگڑتی ہوئی نظر آئی تو بظاہر ایک ظالمانہ اور غیر منصفانہ وغیر عادلانہ بلکہ عدم برابری وعدم مساوات اور زور زبردستی پر مبنی شرائط پر صلح نامہ تیار کیا گیا۔ مگر اسے بھی مکمل ہونے سے پہلے ہی سبوتاژ کرنے کی کئی طرح سے کوششیں کی گئیں، مسلمانوں کو دب کر صلح کرنے کے لیے زچ اور مجبور کرنے تک کی چال چلی گئی، ہٹ دھرمی کی انتہا کردی گئی اور دینی ودنیاوی دونوں اعتبار سے مسلمانوں کے حق بجانب ہونے کے باوجود ان کو دینی اور دنیاوی بنیادوں پر گھٹیا صلح کرنے پر مجبور کیا گیا، خاص طور پر ابوبصیر اور ابوجندل پر ظلم وزیادتی کی گئی اور ان کو صلح کی درانتی پر چڑھانے اور مسلمانوں کے اندر ہیجانی اور اضطرابی واضطراری کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن خود مسلمانوں کے وہم وگمان سے بڑھ کر اور ان کے خدشات، جذبات وغیرت اور محرومی کی حالت کے برعکس اس صلح کے عظیم الشان نتائج برآمد ہوئے اور اسے بظاہر دنائت وحقارت پر مبنی اور یوں بھی دنیا کی پرواہ صحابہ کرامؓ کو تھی ہی نہیں، دین کی بنیاد پر دب کر صلح کرنے کے عار کے بر خلاف فتح مبین کا پیش خیمہ اور ہر طرح کی کامیابی وکامرانی قرار دیا گیا۔ ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' کیوں کہ اللہ کے نبی محمد ﷺ اور آپ کے فداکار و جانثار صحابہ کرامؓ نے ایفائے عہد کا اس نازک گھڑی میں بھی حق ادا کردیا۔

صلح حدیبیہ کے وہ مجموعی شرائط اور دفعات جو مسلمانوں کے خلاف ظلماً درج کی گئیں۔ وہ اس طرح تھیں:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں دینی اور اخلاقی قدروں کی دھجی اڑاتے ہوئے الرحمٰن الرحیم اور رسول اللہ کے لفظ کو مشرکین کی ضد پر کاٹ دیا گیا اور مٹادیا گیا۔ شرائط میں مسلمانوں کے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جانے کے باوجود اور ہدیٰ کے مکہ پہنچ جانے کے علی الرغم بلاعمرہ ان کو الٹے پاؤں اپنے گھروں کو واپس کردیا گیا۔ یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ معاہدہ میں یہ بھی درج ہوا کہ مشرکین میں سے کوئی آدمی اسلام قبول کر کے مدینہ منورہ چلا جاتا ہے تو لازمی طور پر محمد ﷺ اسے واپس کرنے کے مکلّف ہوں گے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ مکرمہ واپس آجائے اور دھرم پریورتن کرلے اور مرتد ہوجائے تو قریش اسے مدینہ واپس کرنے کے مکلّف نہیں ہوں گے۔ چنانچہ ابھی معاہدہ لکھا ہی جارہا تھا کہ ابوجندل نے بیڑیوں میں مقید، ہتھکڑیوں میں جکڑے ہوئے، پاؤں گھسیٹتے ہوئے، لہولہان اور انتہائی کسمپرسی کے عالم میں خود کو رحمۃ للعالمین محمد ﷺ کے سامنے بیحد نڈھال اور لاچاری اور درماندگی کی حالت میں ڈال دیا۔ حالت ایسی تھی کہ پتھر دل انسان بھی پسیج جائے، سخت دل اور سخت جان انسان پگھل جائے، نرم پڑ جائے اور سراپا موم ہوجائے۔ بیحد خوفناک والمناک اور سوگوار ماحول بن گیا تھا، انسانیت، اسلامیت، مظلومیت، عدل گستری، انصاف پسندی، فریادرسی اور دادرسی کا تقاضا تھا کہ کافی جدوجہد اور محنت کے بعد اور جان جوکھم میں ڈال کر قریش کے ظلم وستم سے بمشکل نکل کر آنے والے کو ابھی جبکہ معاہدہ کے سارے بند طے نہیں ہوئے اور نہ اس پر دستخط ہوئے، اس لئے ایک مظلوم و مقہور کو مشق ستم نہ بنایا جائے اور نہ صلح کی کوششوں اور اس سلسلہ میں قربانیوں کو سبوتاژ کیا جائے، نہ بات کا بتنگڑ بنایا جائے، اور نہ اس میں رخنہ اندازی کر کے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ دیا جائے اور اسے بہانہ بنا کر سب کیے دھرے پر پانی نہ پھیر دیا جائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر وہمت سے کام لیا۔

آپ یہاں قدرے توقف فرما کر ذرا دیکھو کہ مسلمان غلبے اور جیت اور فتح وکامرانی کے باوجود دشمن اور فریق ثانی کی طرف سے بڑھائے ہوئے صلح کے ہاتھ کو کیسے بڑھ چڑھ کر تھام لیتے تھے؟ ہر طرح کی قوت وطاقت اور سطوت حاصل ہونے کے باوجود اپنی جان پر کھیل کر اس کی کس طرح حفاظت کرتے تھے اور ایفائے عہد میں کتنے پختہ غیور اور ایماندار تھے؟ اس کی بعض مثالیں اہل حمص وشام کے ساتھ سلوک، سپہ سالار اسلام حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے تعامل اور اخلاق جیسے دسیوں واقعات سے ہویدا ہیں۔ غلبہ وطاقت حاصل ہونے اور مکمل طور پر جنگ جیت لینے کے باوجود دشمن اور فریق ثانی کے لوگوں نے صلح کی پیش کش کی تو مسلمانوں نے ایسے نازک اور سنگین حالات، فتح مبین اور اہم ترین موقع اور چانس پر فتح وکامرانی کا جھنڈا اور فاتحانہ اور شان و شوکت سے مغلوبہ اقوام کے شہروں اور ملکوں پر قبضہ کرنے کے بجائے اور شاہان عالم، حکمران وسپہ سالاران اور معززین کو غلام بنا کر ذلیل کرنے اور وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے بجائے صلح وآشتی کا ہاتھ بڑھا کر تھام ہی نہیں لیتے

ہیں بلکہ ان کی مکمل ناز برداری اور صلح قبول کرنے کے لیے عجیب طرح کی شرط بھی لگاتے ہیں۔اور مسلمان پھر بھی صلح قبول کر لیتے ہیں۔آہ! یہ کیسی مخلوق تھی جو شروفساد کی اس سرزمین اور دنیا میں اس قدر اعلیٰ اخلاق وکردار، انسانیت نوازی، صلح جوئی اور نرم خوئی کا عملی مظاہرہ پیش کرتی تھی۔آیئے پڑھیے اور سر دھنیے:

’’مسلمانوں اور اہل ایلیا (فلسطینیوں) کے مابین عمر رضی اللہ عنہ کا معاہدہ بھی اس کی ایک واضح مثال ہے۔یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں روم پر مسلمانوں کے غلبے اور ہرقل کی فوج کی شکست کے بعد مسلمان فوج کے لیے فلسطین فتح ہو چکا تھا اور ایلیا پر زبردستی قبضے میں ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں تھی، لیکن وہاں کے باشندوں نے جب مصالحت کی پیش کش کی تو مسلمانوں نے اسے قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں کیا جبکہ فلسطینیوں کی طرف سے ایک خاص شرط یہ بھی عاید کردی گئی کہ (ایک ماہ کی مسافت طے کر کے) خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے خود حاضر ہوں (جبکہ معلوم ہے کہ آپ پیشرو خلیفہ کی روایت اور دار السلطنت میں موجودگی کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر خلیفہ کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے)۔جو شخص اس معاہدے کے ظروف و ملابسات سے خالی الذہن ہو کر اس کا مطالعہ آج کے وقت میں کرے گا اس کو کبھی بھی اس بات کی توقع نہیں ہوگی کہ یہ معاہدہ ایک فاتح قوم اور ہارے ہوئے لشکر کے مابین تھا، یہاں پر معاہدہ کے بعض حصوں کا تذکرہ مناسب ہے۔معاہدہ اس طرح طے ہوتا ہے:

’’اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے اہل ایلیا، ان کے جان ومال، گرجا گھر، ان کی صلیب، ان کے بیمار اور صحت مند لوگ اور ساری قوم کو امان دی۔نہ تو ان کے گرجا گھروں میں رہائش اختیار کی جائے گی اور نہ انہیں ڈھایا جائے گا، نہ ان میں سے نہ ان کے اردگرد سے، نہ ان کی صلیب اور نہ ان کے اموال میں سے کسی چیز کو لیا جائے گا، نہ ان کو ان کے دیوتا کے بارے میں مجبور کیا جائے گا، اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ رومیوں اور لصوص کو باہر نکالیں۔ان میں سے نکلنے والے کی جان ومال کو امان حاصل ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ ٹھکانے تک پہنچ جائے، ان میں سے جو اقامت اختیار کرے گا، ان کو امان حاصل ہے، اہل ایلیا میں سے جو اپنے مال کے ساتھ روم جانا چاہے تو اس کے اور اس کی اولاد سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔ان کو امان حاصل ہوگا، یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ ٹھکانے تک پہنچ جائیں۔‘‘

شیخ صالح الحصین اس معاہدے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ قاری کو یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس معاہدے کی تحریر کے وقت مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان پوری قوت سے جنگ جاری تھی۔لیکن مسلمانوں نے کبھی بھی عداوت وتعصب یا غلبہ وطاقت کے زعم میں اس کی کسی دفعہ سے تعرض نہیں کیا اور ایفائے عہد میں وہ نمونہ پیش کیا اور ایسا مثالی کردار ادا کیا کہ اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔

خود اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور حیات مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کی درخشندہ زندگی میں ایسے واقعات بھرے پڑے ہیں۔اللہ کے رسول ﷺ ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے، تھکان سے چور صحابہ کرامؓ سخت گرمی میں صحرا میں پھیل گئے، جس کو جہاں جگہ ملی اور سایہ ملا نیند کی آغوش میں چلا گیا۔رسول اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے، آنکھ کھلی دیکھا کہ ایک دشمن جو گھات میں لگا ہوا تھا سر پر ننگی تلوار سونتے کھڑا ہے اور’’ من یمنعک منی ‘‘اے محمد! آج آپ کو میری ضرب کاری سے کون ہے جو بچالے جائے؟ آپؐ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اللہ۔پھر جب تلوار اس دشمن کے ہاتھ سے کانپتے ہوئے گر گئی۔تو آپ نے تلوار سنبھالی اور بڑے اطمینان سے پوچھا کہ اب تمہیں کون بچائے گا۔وہ کانپنے لگا اور مبہوت وششدر کیا کہہ سکتا تھا، اس کو جان کی آن پڑی تھی، اور اس کو اپنی سونتی ہوئی بے رحم اور گھمنڈی تلوار غرور واستکبار بھرا ہوا عناد وعداوت کا بدلہ اور اس کا خمیازہ بھگتنے کا اندیشہ ستا رہا تھا، گویا وہ اپنے جرائم کے باوجود رحم وکرم کے لیے گہار لگا رہا ہو اور عفوودرگذر کا طلبگار رہو اور صلح کا زبان قال وحال سے طلبگار تھا، آپ نے اسی وقت بخش دیا اور تلوار اور کسی طرح کے آزار سے آزاد کرنا ہی تھا کہ ہمیشہ کے لیے وہ اسلام کا غلام بے دام بن گیا۔

دراصل یہی قول وکردار ہر مسلم اور ان کے محبت وپیار کے سزاوار محمد سید ابرار کا تھا اور سب بجا طور پر اس غلامی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی پر پروانہ وار وفدا کار بنے گرتے رہتے تھے اور ان کی وفاداری اور عہد وپیمان کی استواری کی دنیائے انسانیت قائل تھی۔کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستان میری۔

☆☆☆

تحریک آزادئ ہند میں علمائے صادقپور (پٹنہ) کی عظیم تر قربانیاں

مولانا ابوصہیب محمد عالمگیر تابش تیمی

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کا یہ شمارہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں جن دنوں ہوگا وہ آزادئ وطن کے جشن وطرب میں محو مگن ہوں گے۔اس مناسبت سے برصغیر بلکہ اکھنڈ بھارت (متحدہ ہندوستان) کواستعمار کے پنجۂ استبداد سے چھڑانے اورسلاسل واغلال غلامی سے نجات دلانے کا کام جن ہندوستانی جیالوں کوسوجھی وہ تحریک شہیدین کے عظیم مجاہدین کے سرجاتا ہے۔جنہوں نے وطن عزیز ہندوستان کی آزادی کی پہلی جدوجہدوجہاداور پورے ہندوستان میں آزادی کا صور پھونکا تھا۔خانوادۂ ولی اللہ اوروقت کے اسکندراعظم شاہ اسماعیل شہیداوران کے حقیقی جانشین مولانا محمد ولایت علی صادق پوری اوران کے برادارگرامی مولانا عنایت اللہ صادق پوری اور پھرتمام صادقان صادقپوراوران کے پھیلے ہوئے پورے ہندوستان میں خلفاء ومجاہدین نے وہ سنہری اورعظیم تاریخ رقم کی جس کی تاریخ عالم میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

اسی لئے بجاطور پرملک کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہرلال نہرو نے ان کے حق میں کہا تھا۔ جسے علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے بلاحوالہ اپنےلفظوں میں بایں طور پر بیان فرمایا ہے جوکچھ اس طرح ہے۔**لو وضعنا تضحيات اهل الهند كلهم فى كفة ميزان وتضحيات واهل صادقفور فى كفة ميزان اخرى لرجحت كفة اهل صادق فور.**

اورانڈمان کالا پانی جیل اوراذیت ناک قیدخانہ اوراس کے دارورسن اوروہ تختہ مشق صادقان صادق پور کی یادتازہ کرتی ہےاورآزادی کے اصل اوراول ابطال اوراس کے ہیروؤں کو ۱۵اگست خصوصاًیاددلاتی ہے۔جن کی کوئی مثال تاریخ عالم اوراسلامی تاریخ بھی صحابہ کرام کے بعد پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ مختصر مضمون عزیز گرامی ابوصہیب محمد عالمگیر تیمی سلمہ اللہ جریدہ ترجمان کے لئے اسی مناسبت سے ارسال فرما کرمشکورو ماجور ہیں۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلهم   اذا جمعتنا یاجریر المجامع

یہ مضمون ہدیہ قارئین کرام کرتے ہوئے یہ شعر بے ساختہ زبان پرجاری ہےاوراسلاف کے ساتھ ادنیٰ ہی سہی یاری ودلداری وقدردانی بھی ہے جوہم پرقرض اورفرض ہے۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را   تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(ادارہ)

ہمیں بھی یاد رکھیں جب لکھیں تاریخ گلشن کی
کہ ہم نے ہی لٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

تحریک آزادیِ ہند کا تعارف: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی تحریک اس وقت وجود میں آتی ہے جب گمراہ کن عقائد ونظریات کی اشاعت ہوتی ہے، اللہ کی غلامی کے بجائے لوگوں کی غلامی کا طوق انسانوں کے گلے میں جبراً ڈالے جاتے ہیں، مذہبی شعار کومٹانے کی ناروا کوشش کی جاتی ہےاورظلم وستم کی ہرجگہ بالادستی ہونے لگتی ہے،تحریک آزادیِ ہند بھی اس وقت وجود میں آئی جب غیرملکی سامراجیوں نے بغرضِ تجارت ہندستان میں قدم رکھا، ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کیا،تجارت کی آڑ میں اپنے قدم مضبوط کرنے کے لیے چالبازیوں، دسیسہ کاریوں، سیاسی فریب کاریوں اور جنگی دجل وفراڈ کو بروے کار لاکر اپنے منصوبے کی تکمیل کرنے لگے، دن بدن ان کا اثر ورسوخ بڑھتا گیا، ہندستان کے گوشہ گوشہ میں ان کی تجارتی منڈیاں قائم ہوگئیں،تو انھوں نے فوجی کیمپ قائم کرنا شروع کیا اوررفتہ رفتہ ہندستان کے مختلف علاقوں پرحملہ کرکے پورے ہندستان کواپنے زیراقتدار کرلیا، پورے ملک پر قبضہ جمانے کے بعد برطانوی سامراجیوں نے باشندگانِ ہند پرظلم وستم کے پہاڑتوڑنے لگے،مذہبی شعار کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی،عیسائیت کوقبول کرنے پراہلِ ہند کومجبور کیا گیا،سرکاری محکموں میں ملازمت کے باوجود معمولی روزینہ پر کام کرنے کا مکلّف بنایا گیا، اہلِ وطن پر بیجا سختیاں کی گئیں تو اہالیانِ ہند نے تحریک آزادی ہند کا علم بلند کیا، ہرطبقہ کے لوگوں نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان میں سب سے پہلے آزادی کی روح پھونکنے والے وہ علما ہیں جو دین خالص کے داعی ومبلغ تھے، انھوں نے ہی یہ روح پھونکی کہ غلامی ذلت ونکبت کی علامت ہے، جوانسانیت وآدمیت کے ہرجوہر کونابود کردیتی ہے جبکہ اسلام آزادانہ زندگی بسرکرنے کی تعلیم دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے فرض منصبی کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہی وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ''اورآپ ان سے بوجھ اورطوق دور کرتے ہیں جوان پر ہے'' (اعراف: ۱۵۷)، علمائے اسلام نے ہی اس حقیقت کو آشکارا کیا، ان کی محنت رنگ لائی اور ہندستان کے ہرخطہ کےلوگوں میں آزادی کی لہر دوڑ گئی، سبھوں نے اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیا، باہمی محبت ویگانگت کا مظاہرہ کیا،

تحریکِ آزادی کے گل بوٹوں کی تزئین کاری میں بے بہا متاع کو لٹانے میں دریغ نہیں کیا، البتہ صادقانِ صادق پور نے جو قربانیاں، مجاہدانہ خدمات اور انگریزوں کے خلاف جس عزیمت واستقامت کا ثبوت دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ جس کے بارے میں پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا: ''اگر سارے ملک کے حریت پسندوں کی وطن کی آزدی کی خدمات ایک پلڑا میں ڈال دی جائے اور دوسرے پلڑا میں صرف علمائے صادق پور کی خدمات ڈالی جائیں تو صادق پوری علما کا پلڑا بھاری ہو جائے گا'' (تحریکِ آزادیِ ہند: ص ۳۵۸)

لیکن قبل اس کے کہ ان کی ممتد بہ قربانیوں کا سلسلہ بیان کیا جائے، خاندان ِصادق پور کا تعارف پیش کر دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

☆خاندان صادق پور کا تعارف

صادق پور پٹنہ کا ایک مشہور محلّہ ہے، جو سید احمد شہید رحمہ اللہ کی تحریک کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے، ان کی مجاہدانہ خدمات، بے مثال عزیمت و استقامت، انگیریزوں کے خلاف عزم وجذبے اور مالی معاونت کو سراہتے ہوئے ڈاکٹر قیام الدین اقبال نے اپنی کتاب میں لکھا ہے ''یہ وہ خاندان ہے جس کے جدو جہد سید احمد شہید کی شہادت کے بعد اس تحریک کی تاریخ پر حاوی وغالب ہے اور جس نے اپنے بے مثال تبلیغی جوش سے اس تحریک کو بنگال، بہار اور دکن تک پھیلایا اور یہ عظیم آباد پٹنہ ہے جہاں سب سے پہلے آیندہ کش مکش اور آویزشوں کے لیے مجاہدین کو بھرتی کرنے اور سرمایہ جمع کرنے کی غرض سے مستقل تنظیم کی داغ بیل ڈالی گئی'' (ہندستان میں وہابی تحریک: ۶۵)، نیز ڈاکٹر صاحب اپنی اسی کتاب میں خاندانِ صادق پور کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''یہ قابل توجہ حقیقت ہے کہ نصف صدی سے زیادہ ایک غیر ملکی حکومت کے خلاف ایک زوردار تحریک کی قیادت کا عملا سارا بوجھ ایک خاندان صادق پور نے اٹھایا، انھوں نے محاربین وغیر محاربین دونوں کے کاموں کی نگرانی کی، دونوں مرکز میں کام کیے اور یہ سب انھوں نے اس زمانے میں کیا جبکہ انھیں بہت سے ہم وطنوں کی طرف سے تعاون تو درکنار قدر دانی کی کوئی امید نہ تھی، یہ ہے ملک کی آزادی کے لیے ان خود فراموشانہ جوش وقربانیوں کے جانچنے کا حقیقی معیار'' (ہندستان میں وہابی تحریک: ۲۶۳، ۶۵)، جبکہ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے خاندانِ صادق پور کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھا ہے ''یہ پوری تاریخ مہم جوئیوں اور قربانیوں اور ایسے حوادث ومصائب اور ایذا رسانی و بربریت کی داستان ہے جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں، یہ مسلسل جنگوں اور معرکہ آرائیوں کا سلسلہ تھا جو قتل وغارت گری، املاک وجائداد کی ضبطگی، طویل مقدمات، جلاوطنی، اخراج اور ایسی تفتیش وتحقیق پر مشتمل تھا جو قرون وسطی میں یورپ کے ساتھ خاص تھا، اگر جاں نثاری، ایثار وقربانی اور ہمت وجواں مردی کے وہ سارے کارنامے جو ملک کے جہاد حریت اور قومی آزادی کی تاریخ سے متعلق ہیں ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور اہلِ صادق پور کے کارنامے اور قربانیاں دوسرے پلڑے میں تو آخر الذکر کا پلڑا بھاری ہوگا'' (جب ایمان کی بہار آئی: ۲۵۶)۔

مذکورہ اقوال سے خاندان صادق پور کی آزادیِ ہند میں عظیم تر قربانیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ آزادیِ وطن کی خاطر استعمال کیے جانے والے تمام اسباب ووسائل کو بروے کار لانے، سیاسی معرکہ آرائیوں اور دینی وملی تحریکوں میں صادقانِ صادق پور مقدمۃ الجیش اور ساقۃ الجیش کی حیثیت سے تاریخ کے سنہرے اوراق پر چمکتے نظر آتے ہیں جس کی مختصر جھلک ذیل کے سطور میں پیش خدمت ہے۔

☆تحریکِ جہاد اور علمائے صادق پور

یہ بھی ایک سچائی ہے کہ انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے اٹھنے والی تحریک '' تحریکِ شہیدین'' ہے جسے تحریکِ جہاد کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اس تحریک کے مجاہدین اعلائے کلمۂ حق کے جذبہ سے شرسار تھے، انھوں نے اپنی نا مساعد حالات کے باوجود ۱۸۲۶ء سے لیکر ۱۸۳۱ تک سید احمد شہید رحمہ اللہ کی قیادت میں پنجتار میں تقریبا اٹھارہ جنگیں لڑیں، پشاور میں انگریزوں کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ میدان بالاکوٹ میں پہنچے جہاں سیدین شہیدین نے مجاہدین کے ساتھ جام شہادت نوش کرلی لیکن مجاہدین نے ہمت وحوصلہ کی باگ ڈور سنبھالی اور عین اس وقت جبکہ اس عظیم تحریک کا چراغ گل ہونے والا تھا کہ خاندانِ صادق پور کے سپوتوں نے اس کا علم گرنے سے بچا لیا، اس تحریک کے مقاصد کو بروئے کار لانے میں سرفروشانہ کردار ادا کیا، چنانچہ ۱۸۴۵ء سے ۱۸۴۶ء تک مولانا عنایت علی نے زمام قیادت سنبھالی، انب میں لڑتے رہے، پھر جب ان کے بڑے بھائی مولانا ولایت علی پہنچے تو تحریک کی زمام ِقیادت ان کو سونپ دی، یہ ۱۸۴۶ء سے ۱۸۴۸ء تک اس تحریک کی قیادت کرتے رہے، یہاں تک کہ دونوں بھائیوں کو گرفتار کر کے پٹنہ بھیج دیا گیا، ان کو چار سال تک کی قید با مشقت کی سزا سنائی گئی اور نظر بند کر دیا گیا، ۱۸۴۸ء سے ۱۸۵۱ء تک مولانا یحیٰ علی صادق پوری نے جنگ کی کمان سنبھالی اور استھانہ میں جمے رہے، پھر جب مولانا ولایت علی سزا کی مدت پوری ہونے کے بعد استھانہ پہنچے تو ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۲ء تک کمان اپنے ہاتھوں میں لے لیا، ۱۸۵۲ء سے ۱۸۵۸ء تک مولانا عنایت علی صادق پوری نے قیادت سنبھالی اور اپنی قائدانہ صلاحیتوں کے ذریعہ انگریزوں کو حد درجہ تنگ کر دیا، اسی دوران مولانا عبد اللہ صادق پوری نے استھانہ پر دوبارہ قبضہ جمالیا اور ۱۸۵۸ء سے ۱۹۰۱ء تک امیر رہے، جب مولانا عبد الکریم صادق پوری امیر بنے تو انھوں نے ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۵ء تک اس سمت میں قیام پذیری کے دوران اس تحریک کو مستحکم بنانے اور انگریزوں کے خلاف سینہ سپر رہنے میں پوری ہمت وشجاعت کا مظاہرہ کیا، اس کے بعد مولانا نعمت اللہ امیر بنے اور اسی مقام میں ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۱ء تک معرکہ آرائی

میں مصروف رہے، بالآخران کو قتل کر دیا گیا، پھر مولانا رحمت اللہ صادقپوری کو امیر بنایا گیا، انھوں نے قلیل مدت تک قیادت کی باگ ڈور سنبھالی اور اپنے داماد کے حوالے کر دیا، اور ایک بعد دیگرے مولانا برکت اللہ اور مولانا عبدالرحیم صادقپوری ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۹ء تک امیر قافلہ رہے اور انگریزوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

مختصر یہ کہ تحریک جہاد صادقانِ صادقپور کے دم قدم سے ڈیڑھ سو سالوں تک انگریزوں کے خلاف نبرد آزما رہی، جائداد کی قرقیوں اور مال ومتاع کی ضبطگی کے مرحلے میں اس عظیم خاندان کے افراد پیش آئے، کالے پانی اور عبور دریائے شور کی سزا اسی خاندان کے افراد کو دی گئی اور مقدمات بغاوت بھی ان کے خلاف قائم کیے گئے۔

☆جنگ آزادی اور علمائے صادقپور

علمائے صادقپور توحید وسنت کے متوالے اور حریت واستخلاص وطن کے علمبر دار تھے، تحریک آزادی کے ہر موڑ پر وہ ہراول دستہ کی حیثیت سے نظر آتے ہیں، انھوں نے سامراجی طاقتوں سے ٹکرانے کی وجہ سے جیل کی تاریک کوٹھریوں اور انڈمان کی بھیانک وحشت ناکیوں میں دن بسر کیے، انھوں نے آزادی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے خوش دلی سے ایسی قربانیاں پیش کیں جن کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، وہ بھی ایسے حالات میں جبکہ ہر فرد انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کا نام سنتے ہی منزلوں دور بھاگتا تھا اور مجاہدین سے برائے نام تعلق رکھتا تھا، ایسے وقت میں جان پر کھیل کر گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کے چراغ روشن کرنے والے یہی علمائے صادقپور ہیں، مولانا عبدالرحیم صادقپوری رقمطراز ہیں: ''صادقپور کے وہ مجاہدین سرحد میں تھے، انھوں نے شمال مغربی قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے خلاف اپنے دم خم سے نصف صدی تک باغیانہ سرگرمیاں جاری رکھیں، انگریزی حکومت کی نگاہوں میں علمائے صادقپور کانٹوں کی طرح چبھتے رہے اور اس کے عملے خاندان صادقپور کی مکمل تباہی وبربادی کا دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے اور ان کے خون سے اپنے کلیجے کی آگ بجھاتے رہے۔

انگریزی حکومت نے انبالہ کے سپرنٹنڈنٹ آف پولس پارسن کو حکم دیا کہ پٹنہ جا کر خادانِ صادق پور پر چھاپا مارے، اس نے ۲۱/جنوری ۱۸۶۴ء کو پہلی بار چھاپا مارا لیکن کامیابی نہ ہوئی، دوسری بار ۲۳/جنوری ۱۸۶۴ء کو چھاپا مارا، تو مولانا عبدالرحیم صادقپوری اور میاں عبدالغفار کو سخت پوچھ تاچھ سے گذار کر گرفتار کرلیا گیا، گھر میں جتنے قلمی مسودات وخطوط تھے ان کو ضبط کر لیا گیا، ضبط کاغذات کے ذریعہ باغیانہ سرگرمیوں کا ثبوت ملنے پر مولانا یحیٰ علی صادقپوری کو بھی ۸/فروری ۱۸۶۴ء کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا، پھر تینوں (مولانا عبدالرحیم صادقپوری، میاں عبدالغفار اور مولانا یحیٰ علی صادقپوری) کو پٹنہ جیل سے انبالہ جیل منتقل کر دیا گیا، جہاں یہ لوگ حوالات میں رکھے گئے، ان کے ساتھ حوالات میں وہ سلوک ہوا جو حد درجہ غیر انسانی اور انگریزوں کی بربریت کا بدترین نمونہ ہے'' (تذکرۂ صادقہ: ص ۱۴۲)۔

یہ ایثار وقربانی کی عجیب وغریب داستان ہے کہ سامراجی طاقتوں کے ظلم و بربریت کے باوجود علمائے صادقپور نے کبھی انگریزوں کی وفاداری کی نہ ہی ان سے کوئی رعایت طلب کیا، بلکہ جنگِ آزادی کے دائرہ اور وسیع کرنے کے لیے انتھک محنت صرف کرنے لگے، یہی وجہ ہے کہ جب انگریزوں نے پنجاب فتح کیا تو مجاہدین کا رخ ان کی طرف پھر گیا، مولانا ولایت علی صادقپوری رحمہ اللہ اور ان کی جماعت نے حالات کے تغیر اور خطرہ کا احساس کیا اور شروع سے اپنے دائرہ کار وسیع رکھا، چنانچہ انگریز مورخ ولیم ہنٹر لکھتا ہے ''مجاہدین کی ضرب سکھوں کے دیہاتوں پر شدید تھی لیکن انگریز کافروں پر ضرب لگانے کے ہر موقع کو بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتے تھے، انھوں نے کابل کی جنگ میں ہمارے دشمنوں کی مدد کے لیے ایک بڑی طاقت بھیجی، ان میں سے ہزاروں ہمارے مقابلہ میں موت تک جمے رہے، صرف غزنی کے سقوط میں ان کے تین سو آدمیوں نے انگریزی سنگینیوں سے شہادت کی خوشی حاصل کی'' (جنگ آزادی: ۲۶۷)۔

انھی کی محنت سے مشرقی بنگال میں ہر ضلع بغاوت کے رنگ میں رنگ گیا، انھوں نے انگریزی حکومت کے خلاف علانیہ تبلیغ جہاد کیا، ان سے نبرد آزمائی کے لیے اور ان کا زور توڑنے کے لیے صرف ۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان سرحدی خلفشار کی وجہ سے انگریزوں نے سولہ مہمیں بھیجیں جن میں تینتس ہزار سپاہی تھے اور ۱۹۶۴ء تک علیحدہ علیحدہ مہموں کی تعداد بیس تک پہونچ گئی جن میں باقاعدہ مددگاروں اور پولس کے علاوہ ساٹھ ہزار باقاعدہ سپاہی تھے۔ (ہمارے ہندستانی مسلمان:)

☆۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علمائے صادقپور

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی غدر کا ہنگامہ تھی یا آزادیِ ہند کی پہلی جنگ اس میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ اس جنگ میں بھی علمائے صادقپور نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انگریزی فوج کا مقابلہ کیا، لوگوں میں اس جنگ میں شرکت کی تبلیغ کی، ان کی محنتوں سے بہت سارے لوگوں نے اس جنگ میں حصہ لیا، چنانچہ خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں'' مولانا عنایت علی صادقپوری جن کی کوششوں سے مردان میں رجمنٹ ۵۵ نے بغاوت کی تھی، سید صاحب کے خلیفہ اور جماعتِ مجاہدین کے سرگرم رکن تھے'' (۱۸۷۵ء کا تاریخی روزنامچہ ص: ۱۶، تحریک جہاد جماعت اہل حدیث اور علماء احناف ص: ۱۷)۔

نیز ولیم ہنٹر لکھتا ہے: ''۱۸۵۷ء میں انھوں نے علانیہ ہم سے جنگ چھیڑ دی اور اپنی دیدہ دلیری سے ہم سے جزیہ کا مطالبہ کیا، مطالبہ نامنظور ہونے کے بعد وہ دلیرانہ ہمارے علاقہ پر اتر آئے اور انھوں نے لفٹنٹ ہارن کے کیمپ پر شب خوں مارا'' (جنگ آزادی ص: ۳۶۹)۔

مذکورہ اقتباسات سے مترشح ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں علمائے صادقپور نے حصہ لیا، ہر محاذ پر ڈٹے رہے، سبھوں کا ساتھ دیا اور انگریزوں کے خلاف لڑے، یہی وجہ ہے کہ انگریزی حکام ان کو سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے اور ان پر مقدمات بغاوت چلائے۔

☆ مقدمات بغاوت اور علمائے صادقپور

چنانچہ جب علمائے صادقپور کی قربانیوں، دعوتی محنتوں اور تبلیغی کوششوں سے پورے ملک میں آزادی کی لہر دوڑنے لگی تو انگریزوں نے ان پر اپنی نظریں سخت کر دیے اور ان پر مقدمات چلائے۔

مقدمہ بغاوت انبالہ میں مولانا یحیٰ علی عظیم آبادی، مولانا عبدالرحیم صادقپوری، مولانا ولایت علی کے خادم میاں عبدالغفار، حسین ولد ملہو عظیم آبادی اور الٰہی بخش ولد کریم بخش عظیم آبادی کو پھنسایا گیا، ان میں سے مولانا یحیٰ علی وغیرہ کو پھانسی کی سزا سنائی گئی پھر عمر قید بعبور دریائے شور کی سزا سنائی گئی، ان پر ایک خاص مقدمہ بھی چلایا گیا جو مقدمہ عظیم آباد پٹنہ سے معروف ہے، یہ مقدمہ ۱۸۶۵ء میں پٹنہ میں قائم کیا گیا، اس کا سب سے پہلا شکار مولانا احمد اللہ صادقپوری کی شکل میں ملا، جبری گواہی کے سبب حکومت نے ان کو گرفتار کرلیا اور پھانسی کی سزا سنائی گئی، پھر کلکتہ ہائی کورٹ نے ان کے لیے حبسِ دوام بعبور دریائے شور کی سزا مقرر کی، وہ سولہ سال انڈمان جیل میں رہے اور وہیں وفات پائے۔ اس کے بعد علمائے صادقپور کی منقولہ و غیر منقولہ جائدادیں ضبط کی گئیں، ان کے گھروں اور قبرستانوں کو مسمار کیا گیا، خاندان صادقپور کو تہس نہس کیا گیا، ان کے مکانات گرائے گئے، وہاں میونسپلٹی اور بازار بنائے گئے، پھر ۱۸۷۱ء میں مقدمہ سازش عظیم آباد پٹنہ قائم کیا گیا جس میں پیر محمد، امیر خان، حشمداد خان، مبارک علی، تبارک علی، دین محمد اور امین الدین سات لوگوں پر مقدمہ چلا اور ان کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا سنائی گئی۔

مذکورہ تمام سزاؤں اور مصیبتوں کے باوجود علمائے صادقپور کے عزم و استقلال میں کمی نہیں آئی، انھوں نے جنگِ آزادی کے لیے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور مالی تعاون بھی پیش کیا۔

☆ مجاہدین آزادی کا مالی تعاون اور علمائے صادقپور

آزادیِ ہند کی خاطر علمائے صادقپور نے تن من کے ساتھ اپنے دھن کی بھی بازی لگائی، مجاہدینِ آزادی کو رسد پہونچانے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی، چنانچہ ولیم ہنٹر لکھتا ہے ’’یہ لوگ مشنریوں کی طرح انتھک کام کرتے تھے، وہ بے لوث و بے نفس لوگ تھے، جن کا طریق زندگی ہر شبہ سے بالاتر تھا اور روپیہ اور آدمی پہنچانے کی انتہائی قابلیت رکھتے تھے، ان کا کام محض تزکیۂ نفس اور اصلاحِ مذہب تھا‘‘ (جنگ آزادی ص:۴۶۳)۔

مذکورہ بیان کی تصویر سے علمائے صادقپور کی زندگی روز روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے، چنانچہ مولانا احمد اللہ صادقپوری نے مجاہدین آزادی کی معاونت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں: ’’مولانا ممدوح ۱۵ جون ۱۸۶۵ء کو عظیم آباد سے پورٹ بلیئر پہونچے تھے، گویا جماعت مجاہدین کی اعانت کا فرض انجام دینے والوں میں مولانا کو سب پر سبقت حاصل ہوئی، قید کی تکلیف، اقربا سے علیحدگی، آب وہوا کی ناسازگاری، غذا کی ناموافقت اور تقاضاے سن سے مولانا کی طبیعت بہت کمزور ہوگئی تھی، وہ زیادہ بے ہوش رہتے تھے، وہیں جیل میں ۱۸۸۱ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ (سرگزشت مجاہدین، خلاصہ ص: ۴۰۹-۴۱۲)، مولانا یحیٰ علی صادقپوری ۱۸۵۲ء سے ۱۸۶۳ء تک پٹنہ میں قیام پذیر رہے، شاہ محمد حسین کی وفات کے بعد پٹنہ کے تمام تنظیمی کارنامے انجام دیے، اس زمانے میں سرحد کو آدمی اور ترسیل سامان کے لیے پٹنہ میں نہایت خفیہ اور پیچیدہ تنظیم کے سربراہ تھے، مقدمہ انبالہ میں ان کو گرفتار کیا گیا اور ضبطی جائداد اور پھانسی کی سزا ہوئی پھر آخری سزا حبسِ دوام بعبور دریائے شور میں تبدیل کر دی گئی (سرگزشت مجاہدین ص: ۳۵۵)، مولانا عبدالرحیم صادقپوری کو بھی مجاہدین آزادی کی معاونت کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور انڈمان بھیج دیا گیا، آپ نے وہاں تجارت کا پیشہ اختیار کیا، ان کی اپیل پر لارڈ لارنس گورنر جنرل نے حبسِ دوام منسوخ کر دیا، پھر ان کی اہلیہ کی عرض داشت پر لارڈ نے نہ صرف مولانا بلکہ ان تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جنھیں اعانتِ مجاہدین کے جرم میں سزائیں دی گئی تھیں، ان کے علاوہ مولانا طالب علی صادقپوری، مولانا فتح علی صادقپوری، مولانا فرحت حسین عظیم آبادی، مولانا باقر علی صادقپوری، مولانا قمر الدین عظیم آبادی ، مولانا عبد العلی صادقپوری، مولانا عبدالقدیر صادقپوری، مولانا محمد عیسیٰ صادقپوری، مولانا یوسف رنجور صادقپوری، مولانا اکبر علی عظیم آبادی، مولانا مبارک علی صادقپوری، مولانا محمد حسن ذبیح صادقپوری اور مولانا عبدالحکیم صادقپوری یہ وہ اساطین جنگ آزادی ہیں جنھوں نے جنگِ آزادی میں ناقابل فراموش کارنامے انجام دیے ہیں۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ علمائے صادقپور نے آزادی ہند کی خاطر ایسی بیش بہا عظیم تر قربانیاں پیش کیے ہیں کہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ جب بھی جنگِ آزادی کی تاریخ لکھی جائے گی اس میں ان پیکر صدق وصفا، مظہر خلوص وفا اور جان نثاری وایثار کے مجسم علمائے صادقپور کو ضرور یاد کیا جائے گا۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

☆☆☆

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار
جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
فون: ۲۳۲۷۳۴۰۷

۱- پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد، ایک چپکائیں اور ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲- چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

فارم درخواست

اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

سال: ۱۴۴۷ھ-۲۰۲۵ء

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:..................ولدیت:..................لقب:..................پیشہ:..................

مقام عمل:..................تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں..................لفظوں میں..................

مسلک/تعلیمی اسناد:..................مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ)..................

فون:..................مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ)..................فون..................

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام وپتہ:..................

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:..................

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:..................

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلہ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:..................

۱:- مکمل حفظ قرآن　　۲:- بیس پارے　　۳:- دس پارے
۴:- پانچ پارے　　۵:- ناظرہ قرآن کامل　　۶:- ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:..................

آپ کس اصول قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوریا (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)..................

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازماً منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:..................

اقرار نامہ

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام..................دستخط..................تاریخ..................

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:..................منصب:..................تصدیق کنندہ کے دستخط:..................تاریخ:..................

ادارہ/تنظیم..................مہر:..................

برائے دفتری امور

۱- یہ درخواست مؤرخہ..................کو موصول ہوئی۔　وصول کنندہ کا دستخط..................

۲- برائے زمرہ..................　۳- درخواست منظور/نامنظور..................

۴- نامنظوری کی وجہ..................　دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی..................

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

ساری انسانیت کی ہدایت ورھنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان

اکیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ 4-5/اکتوبر 2025 بمطابق 11-12/ربیع الآخر 1447ھ بروز ہفتہ، اتوار

بمقام: اہل حدیث کمپلیکس، D-254، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دھلی، 25

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 28/ستمبر 2025ء

اغراض ومقاصد

☆ قرآن کریم کے پیغام امن وشانتی کو عام کرنا☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیراہونے کی ترغیب دینا☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاوآخرت میں فوزوفلاح سے ہمکنار کرنا☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

<u>ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۴/اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھی ؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔</u>

اہم وضاحت: ☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

نصاب تجوید: ☆ زمرہ اول (مخارج حروف، قوانین نون تنوین ومیم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق، قواعد مد اور صفاتِ لازمہ) ☆ زمرہ دوم (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق اور قواعد مد) ☆ زمرہ سوم (مخارج حروف، قوانین نون تنوین ومیم ساکن) ☆ زمرہ چہارم (مخارج حروف) ☆ زمرہ پنجم مکمل ناظرہ قرآن کریم (مخارج حروف، حدر کے انداز میں تلاوت (مخارج کے سوال نہ ہوں)

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ **امیدوار کی عمر زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم میں شرکت کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم میں شرکت کے لیے ۲۵ سال سے زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال مقرر ہے۔** ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ گراں قدر نقدانعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر اور پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کے حالیہ شماروں (۱-۱۵/اگست ۲۰۲۵ء تا ۱۶-۳۰/ستمبر ۲۰۲۵ء) سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org اور مرکزی جمعیت کے آفیشل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع پانچ روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۹۰/روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کرکے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہر روز (علاوہ اتوار) شام ۴/بجے سے ۶/بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

Mob. 9213172981, 8744033926

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر السّلفی، بہار

کیا میلاد منانا محبت رسول اور نہ منانا گستاخیٔ رسول کی علامت ہے؟

برادران اسلام! انسان کے دلوں میں رب العزت نے محبت ودیعت کر رکھی ہے اور اسی بنا پر انسان کے دلوں میں فطری طور پر کچھ چیزوں کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے کہ "زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ" مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کردی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانہ تو اللہ تعالی ہی کے پاس ہے۔ (آل عمران: 14) یقیناً ہر انسان کے دلوں میں عورتوں اور بچوں اور سونے وچاندی کے خزانوں اور زمین وجائداد سے محبت ہوتی ہے مگر یہ شرعا مطلوب ومقصود نہیں ہے، اگر کسی انسان کے دل میں ان چیزوں کی محبت نہیں ہوگی تو اس کی پکڑ نہیں ہوگی مگر اسی کے برعکس ایک محبت ایسی بھی ہے جو ہر مسلمان سے شرعا مطلوب ومقصود ہے اور ہر مسلمان کو اس بات کا مکلّف کیا گیا ہے کہ وہ اس محبت کو اپنائے اور وہ محبت ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کرنا، کسی شاعر نے کیا ہی خوب اس کی ترجمانی کی ہے کہ:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

یہ محبت رسول ایک ایسی عبادت ہے جس کو اپنائے بغیر کوئی بھی کلمہ گو نہ تو مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ ہی مومن! کیونکہ یہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کا ایک حصہ اور ایک جزو لاینفک ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ "فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ"..وفي رواية: "وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا ہے جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کے اولاد بلکہ تمام لوگوں سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں (بخاری: 14 اور 15) یہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلمان کے لئے کتنی ضروری ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے سیدنا عمر بن خطابؓ کے ایک واقعے سے سمجھتے ہیں کہ ایک بار سیدنا عمر بن خطابؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم "لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي" آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری اپنی جان کے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ تب تو تم مومن ہی نہیں ہو" لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ" نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا ہے جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں! اتنا سننا تھا کہ سیدنا عمرؓ نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو" فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي" اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ "أَلْآنَ يَا عُمَرُ" اے عمرؓ! ہاں اب بات بنی اور اب تیرا ایمان مکمل ہوا۔ (بخاری: 6632) محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہ تو کوئی مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی کا ایمان مکمل ہوسکتا ہے! تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ محبت رسول ہے کیا چیز اور محبت رسول کا معیار کیا ہے؟ محبت رسول کی علامت وپہچان کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جوابات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں:

آج کچھ لوگوں نے غیر شرعی امور کو محبت رسول کا نام دے دیا ہے، لوگوں کے ذہن ودماغ میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ تم کو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، تم کو روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، تم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر میلاد منانا ہی محبت رسول کی دلیل ہے تو پھر ان مقدس ہستیوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو اپنے تن من دھن سے کہیں زیادہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں انہوں نے اپنا گھر ومکان چھوڑا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں انہوں نے اپنی گردنیں جھکائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں انہوں نے اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیویوں کو بیوہ بنایا مگر انہوں نے اپنی زندگی میں ایک بار بھی اس کام کو انجام نہیں دیا، جو لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ میلاد نہ منانے والے لوگ گستاخ رسول ہیں تو آپ ایسے لوگوں کو اس بات کی جانکاری دے دیں کہ اگر یہ میلاد نہ منانا گستاخی رسول ہے تو پھر کیا چاروں خلفائے راشدین گستاخ رسول ہیں؟ (نعوذ باللہ) کیونکہ خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ دو سال خلیفہ رہے اور اس کائنات میں تا قیامت ان سے بڑا کوئی محبّ رسول پیدا نہیں ہوسکتا ہے لیکن انہوں نے اپنی زندگی میں ایک بار بھی یہ میلاد نہ تو منایا اور نہ ہی منانے کا حکم دیا، ذرا سوچئے کہ جس خلیفہ نے اپنی ساری زندگی، اپنی ساری توانائی اور اپنا تن من دھن جس نبی کے لئے وار دیا اس کو اس بات

کی خبر نہ تھی کہ میلاد منانا یہ محبت رسول کی علامت ہے، کائنات کے رب کی قسم اگر یہ میلاد منانا اور جلوس نکالنا محبت رسول کی علامت ہوتی یا پھر اسلام سے اس کا کوئی ادنی سا بھی تعلق ہوتا تو سب سے پہلے یار غار سیدنا ابوبکرؓ اپنے دور خلافت میں اس کام کو اختیار کرتے، ان کے بعد خلیفۂ ثانی سیدنا عمر بن خطابؓ جو 10 سال عرب وعجم کے خلیفہ رہے اور جو اسلام میں ذرہ برابر بھی مداہنت برداشت نہ کرتے تھے اور جن کے سامنے میں کسی کی کیا مجال کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں ذرہ برابر بھی کوئی رخنہ اندازی کر سکے، اگر اس میلاد کا اسلام سے کوئی تعلق ہوتا تو سب سے پہلے اس کو منانے کا سرکاری اعلان خود سیدنا عمر بن خطابؓ کرتے تھے، پھر اس کے بعد خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان غنیؓ نے 12 سال خلافت کی مگر انہوں نے بھی اس کام کو نہ تو اختیار کیا اور نہ ہی کرنے کا حکم دیا، اسی طرح خلیفۂ رابع سیدنا علیؓ نے بھی کم وبیش پانچ سال حکومت کی مگر انہوں نے بھی اسے نہ تو اختیار کیا نہ ہی اسے منانے کا حکم دیا، اس دنیا میں کسی بھی صحابیؓ نے اپنی زندگی میں اس کام کو اختیار نہ کیا۔ احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب نے خود لکھا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا، بعد میں ایجاد ہوا۔ (جاء الحق:1/236) لوگ ہماری بات نہیں مانتے کم از کم اپنے گھر کی تو بات مان لیں کہ اس میلاد کی ایجاد صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے دور کے بعد ہوئی ہے، جو کام صحابہؓ نے نہ کیا وہ دین کا حصہ کبھی نہیں ہوسکتا گرچہ لوگ اسے دین سمجھیں یا پھر بہت بڑی نیکی سمجھیں کیونکہ اس دین کو بلا فاصلہ (ڈائریکٹ) لینے اور امت کو دینے والے یہی صحابہؓ ہیں، صحابہؓ ہی دین حق کے خشت اول ہیں کیونکہ قرآن ان کے سامنے نازل ہوا، اور قرآن کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہی سکھائی، دین کی کوئی ایسی بات نہ تھی جو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ بتلائی ہو اور وہ سب تادم حیات اسی دین پر استقامت کے ساتھ خود بھی گامزن رہے اور امت کو بھی اسی کی تعلیم وتربیت کی کہ دین وہی ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہو اس کے ماسوا سب فضول وواہیات اور زیغ وضلال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ نے امت مسلمہ کو اسی بات کی تلقین کی تھی کہ تم وہی کرنا جو صحابہؓ نے کیا اور جو انہوں نے نہ کیا اس کے قریب بھی نہ جانا جیسا کہ حذیفہ بن یمانؓ نے کہا کہ: "كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَلَا تَعْبُدُوهَا" یعنی ہر وہ عبادت جو صحابۂ کرامؓ نے نہ کیا تم بھی اسے عبادت سمجھ کر نہ کیا کرو، اسی طرح سے ابن مسعودؓ نے کہا کہ: "اِتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ عَلَيْكُمْ بِالْأَمْرِ الْعَتِيقِ" یعنی تم قرآن وسنت کی پیروی کیا کرو اور دین میں نئے نئے کاموں کو ایجاد نہ کیا کرو کیونکہ تمہیں اس سے بچالیا گیا ہے اور تم اسی چیز کو لازم پکڑو جو پہلے سے موجود تھا۔ (حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص100) پتہ یہ چلا کہ جب اس میلاد کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار نہ کیا تھا تو یہ میلاد نہ تو دین کا حصہ ہے اور نہ ہی یہ محبت رسول کی علامت ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں اگر یہ میلاد نہ منانا گستاخی رسول ہے تو پھر ذرا سوچئے کہ تمام محدثین عظام بالخصوص امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور پھر تمام محدثین امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہم یہ سب کے سب گستاخ رسول ہیں؟ کیونکہ جنہوں نے ایک ایک حدیث کو جمع کرنے میں اپنی ساری زندگی صرف کردی، ایک ایک حدیث کے لئے ہزاروں میل کا سفر طے کیا، بھوک وپیاس کی تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر بڑی محنت وجانفشانی سے اپنی اپنی کتابوں میں احادیث کو جمع کیا، امام بخاریؒ نے (مع مکررات) 7563/ احادیث کو، امام مسلمؒ نے (مع مکررات) 7563/ احادیث کو، امام نسائیؒ نے 5761/ احادیث کو، امام ترمذیؒ نے 3956/ احادیث کو، امام ابوداؤدؒ نے 5274/ احادیث کو، امام ابن ماجہؒ نے 4341/ احادیث کو اور امام احمد بن حنبلؒ نے 27647/ احادیث کو جمع کیا مگر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ان میں سے کسی بھی محدث نے اپنی اپنی کتابوں میں عید میلاد کے فضائل پر ایک بھی حدیث نہ لکھی، فضائل پر احادیث لکھنی تو دور کی بات ہے یہ لفظ میلاد ہی کسی بھی مشہور ومعروف اور مستند احادیث کی کتابوں میں مذکور نہیں ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اپنی زندگی میں کبھی میلاد نہ منایا، میلاد منانا تو دور کی بات ہے انہوں نے یہ نام تک نہ سنا تھا اور نہ ہی جانا تھا، اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہ ہو تو فقہ کی مشہور ومعروف کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں کسی بھی کتاب میں اس میلاد کا ذکر تک موجود نہیں ہے، اب ذرا سوچئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ جب ان چاروں خلفاء نے نہ کیا اور نہ ہی کسی صحابی رسول نے اس کام کو انجام دیا اور نہ ہی اس کو کسی محدث وفقیہ نے اپنایا تو یہ میلاد دین کا حصہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا ہی خوب کہا ہے سیدنا ابن عمرؓ نے کہ "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً" ہر بدعت گمراہی ہے گرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔ (موسوعۃ الألبانی فی العقیدۃ:2/99)

کسی بھی مستند احادیث کی کتابوں میں اور دنیا کی مشہور ومعروف احادیث کی کتابیں صحاح ستہ میں نہ تو اس میلاد کے فضائل کا بیان موجود ہے اور نہ ہی یہ نام تک لکھا ہوا ہے۔ جب ہم تاریخ کے اوراق کو کھنگالتے ہیں تو ہمیں یہ ثبوت ملتے ہیں کہ اس بدعت کی ایجاد چوتھی صدی ہجری یعنی فاطمی دور 362ھ تا 567ھ کے درمیان میں ہوئی، میلاد کو ایجاد کرنے والے یہودیوں اور مجوسیوں کی نسل سے تھے اور اسلام کے کٹر دشمن ومخالف، پکے کافر ومشرک اور ملحد وزندیق تھے، اسلام کا لبادہ اوڑھ کر جھوٹ وفریب کا سہارا لے کر ان لوگوں نے اپنے آپ کو فاطمی النسل ظاہر کیا تھا، یہی وجہ ہے اس دور کے تمام ائمہ نے ان لوگوں کے کافر وزندیق ہونے پر اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ "قَدْ عُلِمَ أَنَّ جُمْهُورَ الْأُمَّةِ تَطْعَنُ فِي نَسَبِهِمْ وَيَذْكُرُونَ أَنَّهُمْ مِنْ أَوْلَادِ الْمَجُوسِ أَوِ الْيَهُودِ" جمہور امت نے فاطمیوں کو مجوسیوں یا یہودیوں کی اولاد قرار دیتے ہوئے اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہ لوگ سیدہ فاطمہؓ کی نسل سے نہ تھے اور اس بات کی گواہی اس دور کے تمام

حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، اہل حدیث اور اہل کلام کے علماء رحمہم اللہ اور نسب کے ماہرین عوام وخواص سب دیتے ہیں۔(فتاوی ابن تیمیہ:35/128)اسی طرح سے ان فاطمی بادشاہوں کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ اپنی مایہ ناز کتاب البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں کہ مصر کے فاطمی بادشاہ اوران کے تمام اکابرین یہ سب کے سب کافر وفاجر، فاسق وملحد اور زندیق تھے، یہ سب کے سب مجوسی یعنی آگ کے پجاری اور بت پرستی کیا کرتے تھے،ان سب نے تمام اسلامی حدوں کو پار کیا،حرام کاریوں اور زنا کاریوں اور شراب نوشی کو حلال ٹھہرایا،مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا،انبیائے کرام کو گالیاں دیں اور اسلاف کرام پر لعنتیں بھیجیں ساتھ میں انہیں لوگوں نے خدائی دعوے بھی کئے،حافظ ابن کثیرؒ مزید لکھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں 402 ھ میں ہر طبقہ کے بے شمار لوگوں کی موجودگی میں مع دستخط لکھی گئی ہیں۔(تاریخ ابن کثیر:11/592-593،تفصیل کے لئے دیکھئے واقعات:402ھ) معلوم ہوا کہ اس میلاد کی ایجاد اور داغ بیل ایسے بادشاہوں کے ادوار میں ڈالی گئی تھی جو مسلمان نہ تھے بلکہ یہودی اور مجوسی تھے۔

میرے بھائیو!اس میلاد کی ایجاد توان مجوسیوں اور یہودی النسل لوگوں نے تو ضرور کی مگر مسلمانوں میں اس کو پروان چڑھانے والا''ابوسعید مظفرالدین بن زین الدین کوکبوری نامی ایک بداخلاق وبدکردار،لہوولعب،ناچنے وگانے اور فضول خرچی کرنے والا اربل شہر کا ایک ظالم وغاصب بادشاہ تھا اوراس کے فضائل ومناقب پر سب سے پہلے جس انسان نے کتاب لکھی اس کا نام ابوالخطاب بن دحیہ تھا اور جب اس نے اس موضوع پر کتاب لکھی تو اس بادشاہ نے خوش ہوکر ایک ہزار دینار بھی تحفے میں دئے تھے۔(البدایہ والنہایہ:13/124بحوالہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث سے ثابت نہیں،ص:166))

ہمارا ایمان وعقیدہ یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرنا بھی عبادت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب کو بیان کرنا یہ تو ہمارے ایمان کا جزوحصہ ہے، بخدا! ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومناقب بیان کئے جانے پر اعتراض ہرگز نہیں ہے بلکہ جو شریعت کے خلاف عمل کیا جارہا ہے اس پر ہم معترض ہیں، ہم کام پر معترض نہیں بلکہ کام کے طور وطریقے پر معترض ہیں ہمارے آقا ومحبوب خدا ومحبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ''،جو شخص ہمارے دین میں وہ چیز ایجاد کرے جو ہمارے دین میں شامل نہیں ہے تو وہ مردود ہے (بخاری:2697،مسلم:1718،ابن ماجہ:14)اور ایک دوسری روایت ہے کہ ''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ '' جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔(مسلم:1718،ابوداود:4606)ان دونوں حدیثوں میں فھو رد کا لفظ مذکور ہوا ہے جس کا معنی یہی تو ہے کہ وہ عمل ناقابل قبول ہے یعنی کہ مسلمانوں کو یہ عمل قبول نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی تردید اور اس سے منع کرنا چاہیے، دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ کام بھی باطل اور مردود ہے۔

ان دلائل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ محبت رسول اس کا نام نہیں ہے کہ جشن میلاد منالیا جائے اور جلوس نکال لیا جائے۔قرآن نے محبّ رسول کی علامت کو واضح کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ''قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي '' کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔(آل عمران:31)قرآن نے محبّ رسول کی علامت واضح طور پر بیان کردی ہے کہ محبّ رسول شخص ہر چیز اور ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اس کے برعکس جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری نہ کی وہ انسان اپنے قول وفعل میں جھوٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے جیسا کہ اس مسئلے کی وضاحت خود حبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کردی ہے کہ '' كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى '،میری امت کا ہر فرد جنت میں جائے گا سوائے اس کے جس نے میرا انکار کیا! صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''وَمَنْ يَأْبَى '' کس نے آپ کا انکار کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى '' جس نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔(بخاری:7280)

جس نبیؐ نے ہمیں سونے وجاگنے کے آداب بتائے، سڑکوں پر چلنے کے آداب بتائے، جوتا وچپل اور کپڑا پہننے کے آداب بتائے، پیشاب وپاخانہ کرنے کے آداب بتائے، طہارت وپاکیزگی کے آداب بتائے، غسل کے آداب بتائے، کنگھی کرنے کے آداب بتائے، کھانے وپینے کے آداب بتائے، سفر وحضر کے آداب بتائے، گھر ومسجد میں آنے وجانے کے آداب بتائے، مونچھ وداڑھی یہاں تک کہ بغل وزیرناف کے بالوں کے احکام ومسائل بتائے، حیض ونفاس کے احکام ومسائل بتائے کیا اس نبیؐ نے ہمیں اتنے بڑے اور اہم مسئلہ کی خبر نہ دی؟ کائنات کے رب کی قسم اگر اس میلاد میں رتی برابر بھی کچھ خیر ہوتا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس بات کی ضرور بالضرور خبر دیتے کیونکہ حبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ہر خیر وبھلائی کو واضح کردیا ہے جیسا کہ اس بات کی گواہی خود آپ نے دی ہے کہ اے لوگو ایک بات یاد رکھنا!''مَا بَقِيَ شَيْءٌ يُقَرِّبُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُ مِنَ النَّارِ إِلَّا وَقَدْ بُيِّنَ لَكُمْ '' کہ جو بھی چیز جنت سے قریب اور جہنم کی آگ سے دور کرنے والی تھی ان سب باتوں اور کاموں کی تمہارے لئے وضاحت کردی گئی ہے (الصحیحہ:1803،طبرانی:1647)یعنی کہ اللہ رب العزت نے اور رسولؐ نے ان سب کاموں اور باتوں کو واضح کردیا ہے۔

☆☆☆

عرش بردار فرشتوں سے متعلق احادیث کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ

ابوعدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی

عرش اللہ جل شانہ کی عظیم مخلوق ہے۔ یہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی ابتدائی مخلوقات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کو سارے آسمانوں اور زمین سے قبل پیدا فرمایا اور بہت سارے علمائے کرام کے بقول: یہ اللہ تعالیٰ کی اولین مخلوق ہے۔ اللہ جل شانہ نے عرش کو پیدا فرمایا اور آسمان وزمین کی خلقت سے قبل یہ پانی پر تھا۔

عرش معلّٰی کا تعلق غیبیات میں سے ہے۔ ہمیں اس تعلق سے پہلی بات یہ معلوم ہونی چاہئے کہ قرآن وحدیث ہی عرش کے بارے میں معلومات کے لئے مآخذ ہیں کیونکہ ایک انسان غیبی چیزوں کا ادراک صرف قرآن و حدیث سے ہی کرسکتا ہے۔ ذاتی تجربہ، کسی بزرگ کے قول یا عقل وشعور سے غیبیات کا ادراک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عرش کے بارے میں جس قدر اور جس انداز میں بتایا ہے، اسے ہم من وعن تسلیم کریں گیا اور اس سلسلے میں بیجا تاویلات ومنمانے تحریفات سے بالکلیہ احتراز کریں۔

عرش کے تعلق سے کتاب وسنت میں ایک بات یہ منقول ہے کہ اسے کچھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور اسی طرح بروز قیامت آٹھ فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہوں گے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ عرش اُن مخلوقات میں سے ہیں جو قیامت کے روز فنا نہیں ہوں گی بلکہ فنا ہونے والی چیزوں سے عرش، عرش بردار فرشتے اور کرسی وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ان ہی برگزیدہ فرشتوں کے بارے میں کچھ باتیں ذکر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہیں۔

اللہ کے مقرب فرشتے عرش برداری کے کام پر متعین ہیں: اللہ عزوجل نے کچھ فرشتوں کو عرش برداری کے کام پر متعین کر رکھا ہے۔ اس اہم کام پر متعین فرشتے نہایت ہی برگزیدہ، پاک باز اور مقرب اور افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کا ذکر خیر کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: "اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ" (سورہ غافر/7) یعنی عرش کے اٹھانے والے اور اس کے پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح وحمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اس بات کی خبر دی ہے کہ کچھ فرشتے عرش برداری پر متعین ہیں تو اس میں یہ بھی واضح کیا کہ یہ فرشتے اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان وایقان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش ومغفرت کرتے ہیں۔ اس کی مزید وضاحت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "...وَلَكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى اسْمُهُ، إِذَا قَضَى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، حَتَّى يَبْلُغَ التَّسْبِيحُ أَهْلَ هَذِهِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا" یعنی بلکہ ہمارا رب، اس کا نام برکت والا اور اونچا ہے، جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش (زور سے) تسبیح کرتے ہیں، پھر ان سے نیچے والے آسمان کے فرشتے تسبیح کا ورد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ تسبیح کا ورد (دنیا کے) اس آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم/2229)

گویا کہ حاملین عرش ہمیشہ اللہ جل شانہ کی تسبیح اور ثناخوانی میں مصروف رہتے ہیں اور جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرماتا ہے تو یہ تسبیح کا ورد کرتے ہوئے حکم الٰہی سے مکمل تابعداری اور فرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں۔ یوں تو سبھی فرشتے انتہائی پاک باز اور حکم الٰہی کے پابند ہیں۔ یہ اللہ جل شانہ کی اطاعت سے کبھی منہ نہیں موڑتے ہیں لیکن یہ عرش بردار فرشتے اللہ جل شانہ کے سب سے مقرب اور چہیتے ہیں اور یہ اللہ جل شانہ کے سب سے قریب بھی ہیں۔

عرش بردار فرشتے انتہائی توانا اور عظیم الخلقت ہیں: عرش بردار فرشتوں کی صفات مختلف احادیث میں وارد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتے انتہائی عظیم الخلقت، قوی اور توانا ہیں اور ہوں بھی کیوں نہیں! یہ سب سے عظیم مخلوق عرش الٰہی کی برداری کے کام پر متعین ہیں تو ظاہری بات ہے کہ سب سے عظیم مخلوق کی برداری کا عمل وہی فرشتے انجام دے سکتے ہیں جو قوی، توانا، عظیم الخلقت اور عظیم ہوں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللَّهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ أَنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ" یعنی مجھے اجازت دی گئی کہ میں اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا ذکر کروں جو حاملین عرش میں سے ہے، اس کے کانوں کی لو اور اس کے کندھوں کے درمیان سات سو سال کی مسافت ہے۔ (صحیح ابوداود/4727، شیخ البانی رحمہ اللہ

نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

آپ غور فرمائیں کہ کان کی لو اور کندھوں کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کے مساوی ہے تو ان فرشتوں کے عظیم قد و قامت اور جسمانی ساخت و بناوٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

عرش بردار فرشتوں کی صفات کے تعلق سے مزید دو روایات: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”أذن لي أن أحدث عن ملك قد مرقت رجلاه الأرض السابعة والعرش على منكبه وهو يقول: سبحانك أين كنت، وأين تكون“، یعنی مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں ایک فرشتے کے بارے میں بیان کروں۔ اس کے دونوں پاؤں ساتویں زمین سے باہر نکلے ہوئے ہیں اور عرش اس کے کندھے پر ہے اور وہ کہہ رہا ہے: اللہ کی ذات پاک ہے چاہے تو جہاں ہو اور جہاں رہو۔ (مسند ابو یعلیٰ / 6619)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إن الله اذن لي ان احدث عن ديك قد مرقت رجلاه الارض، وعنقه منثن تحت العرش وهو يقول: سبحانك ما اعظمك ربنا، فيرد عليه: ما يعلم ذلك من حلف بي كاذبا“ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں ایک مرغے کی (ساخت) بیان کروں، جس کی ٹانگیں زمین میں گڑھی ہوئی ہیں اور اس کی گردن عرش کے نیچے مڑی ہوئی ہے اور وہ کہتا ہے: اے ہمارے ربّ! تو پاک ہے، تو کتنا عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جواباً کہتے ہیں: وہ آدمی میری اس عظمت کو نہیں جانتا جو میری جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی / 7324، مستدرک حاکم / 7813، شیخ البانی نے صحیحہ / 150 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں کیونکہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی سند سے مروی ہیں اور پہلی روایت میں موجود ”الملک“ کو کسی راوی نے ”دیک“ سے تبدیل کر دیا ہے۔

ابو اسحاق حوینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”لعل بعض الرواة أبدل لفظة " ديك " ب " ملك " أو العكس. والله أعلم“ یعنی شاید رواۃ میں سے کسی نے دیک کو ملک سے بدل دیا ہے یا ملک کو دیک سے بدل دیا ہے۔ واللہ اعلم (تنبیہ الہاجد 4 / 28)

چنانچہ ان دونوں روایتوں کو الگ الگ بتانا درست نہیں ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”وإذا اتحد مخرج الحديث ولا سيما في اواخر الإسناد بعد الحمل على التعدد جدا“، یعنی جب حدیث کا مخرج ایک ہی ہے خصوصا سند کا آخری حصہ تو اسے تعدد پر محمول کرنا مشکل امر ہے۔ (فتح الباری 13 / 108)

امام دارقطنی نے العلل 8 / 156 میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور شاید امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جن روایتوں میں دیک (مرغ) کا تذکرہ ہے وہ سبھی ضعیف ہیں سوائے ایک روایت کے اور وہ روایت ہے: ”إذا سمعتم صياح الديكة فسألوا الله من فضله فإنها رأت ملكا“ یعنی جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے فضل طلب کرو کیونکہ اس نے فرشتہ دیکھا ہے۔ (المنار المنیف، ص / 56)

عرش بردار فرشتوں کی صفات کے سلسلے میں ایک ضعیف روایت: اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”... ثُمَّ فَوْقَ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ فَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ عَلَى ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ مَا بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ، ثُمَّ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ“ یعنی پھر اسی طرح اس کے اوپر آسمان ہے“ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آسمان گنائے ”پھر ساتویں کے اوپر ایک سمندر ہے جس کی سطح اور تہہ میں اتنی دوری ہے جتنی کہ ایک آسمان اور دوسرے آسمان کے درمیان ہے، پھر اس کے اوپر آٹھ جنگلی بکرے ہیں جن کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنی لمبائی ہے جتنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی دوری ہے، پھر ان کی پشتوں پر عرش ہے، جس کے نچلے حصہ اور اوپری حصہ کے درمیان کی مسافت اتنی ہے جتنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی، پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔ (سنن ابوداود / 4723، سنن ترمذی / 3320، سنن ابن ماجہ / 193، البتہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن عمیرہ لین الحدیث ہیں جس کی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

یہ حدیث حدیث اوعال کے نام سے معروف ہے۔ اسے بھی علمائے کرام نے فرشتوں کے قد و قامت کو بیان کرنے کے لئے ذکر کیا ہے لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سے کسی مسئلے کا استنباط درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم

عرش بردار فرشتوں کی تعداد: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے: ”وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ“ (سورہ حاقہ / 17) یعنی اس کے کناروں پر فرشتے ہونگے اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے۔

آیت کریمہ میں وارد ہے کہ قیامت کے روز عرش الٰہی کو ”ثَمَانِيَةٌ“ یعنی آٹھ اٹھائے ہوں گے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے بالضبط آٹھ فرشتے مراد ہیں یا آٹھ

قسم کے فرشتے مراد ہیں یا پھر فرشتوں کی آٹھ صفیں مراد ہیں؟

پہلا قول: عرش بردار فرشتے آٹھ صفوں میں ہوں گے۔

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ ''وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ'' کی تفسیر میں منقول ہے۔(تفسیر ابن جریر 29/58، کتاب العلو للذہبی، ص/88)

نیز یہ قول سعید بن جبیر، شعبی، عکرمہ، ضحاک اور ابن جریر رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔(ملاحظہ ہو: کتاب السنہ للامام عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ/166، تفسیر ابن کثیرؒ 4/214)

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے نو حصوں میں سے آٹھ حصہ ہوں گے۔ یہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔(کتاب العرش لابن ابی شیبہ، ح/27) یہی قول مقاتل سے بھی منقول ہے۔(زاد المسیر 8/381) کلبی بھی اسے کے قائل ہیں۔(فتح القدیر 5/282)

تیسرا قول یہ ہے کہ آج بھی آٹھ فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز بھی آٹھ ہی فرشتے عرش اٹھائے ہوں گے۔ یہی سب سے زیادہ مشہور قول ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ آج کل چار فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز مزید چار فرشتے اس کام میں اُن کا تعاون پیش کریں گے۔ اس قول کو ہی امام ابن الجوزی اور امام ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔(زاد المسیر 4/331، تفسیر ابن کثیر 4/71)

اس موقف والوں نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔محمد بن اسحٰق مطلبی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''هُمُ الْيَوْمَ أَرْبَعَةٌ يَعْنِي: حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيَّدَهُمُ اللهُ بِأَرْبَعَةٍ آخَرِينَ، فَكَانُوا ثَمَانِيَةً'' یعنی عرش بردار فرشتوں کی تعداد آج کل چار ہے لیکن قیامت کے دن مزید چار فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اُن کا تعاون فرمائیں گے تو اس طرح وہ آٹھ ہو جائیں گے۔(تفسیر طبری 23/144، محمد بن ابی شیبہ وکتاب العرش لمحمد بن خلیفہ التیمی، ص/102، یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن اسحٰق اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان انقطاع ہے اور ابن اسحٰق صدوق مدلس ہیں جیسا کہ تقریب التہذیب (2/144) میں موجود ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: المطالب العالیہ پر محقق کی تعلیق 15/384)

۲۔عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم عدوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''يَحْمِلُهُ الْيَوْمَ أَرْبَعَةٌ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَمَانِيَةٌ'' یعنی آج چار فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اسے اٹھائے ہوں گے۔(تفسیر طبری 23/229، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ وکتاب العرش لمحمد بن خلیفہ التیمی، ص/102، یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن زید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین انقطاع ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ عبدالرحمان بن زید ضعیف ہیں۔ ملاحظہ ہو: تقریب التہذیب 1/144، المطالب العالیہ لابن حجر پر محقق کی تعلیق 15/384)

۳۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''يَحْمِلُ عَرْشَهُ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ، وَهُمُ الْيَوْمَ أَرْبَعَةٌ'' یعنی قیامت کے روز آٹھ فرشتے عرش اٹھائیں رہیں گے اور آج کل ان کی تعداد چار ہے۔(یہ صور سے متعلق لمبی روایت کا ٹکڑا ہے۔ اسے طبرانی 3/611-613 نے اور ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ 3/822-838 میں نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے التاریخ الکبیر 1/260 میں کہا ہے کہ محمد بن یزید بن زیاد سے اسماعیل بن رافع نے حدیثِ صور کو روایت کیا ہے جو کہ مرسل ہے اور درست نہیں ہے۔ ابن حجرؒ نے فتح الباری 11/368 میں کہا ہے کہ اس سند کا مدار اسماعیل بن رافع پر ہے اور ضعیف ہونے کے باوجود اس میں اضطراب کے شکار ہیں۔ چنانچہ کبھی محمد بن کعب قرظی کے حوالہ سے بلا واسطہ نقل کیا ہے، کبھی مبہم راوی، محمد عن ابی ہریرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کبھی بغیر واسطہ کے تو کبھی کسی مبہم انصاری شخص کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں۔ احمد شاکر رحمہ اللہ نے تفسیر طبری کی تحقیق 4/268 میں اسے ضعیف قرار دیا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے شرح العقیدۃ الطحاویہ کی تحقیق ص/232 میں اسماعیل بن رافع کے ضعف، سند میں ان کے اضطراب اور اس سند میں ایک مبہم راوی ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ روایت ضعیف ہے۔)

اس موقف کی تقویت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن صلت کے اس شعر کی تحسین فرمائی جس میں انہوں نے کہا ہے:

رَجُلٌ وَثَوْرٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِينِهِ
وَالنَّسْرُ لِلْأُخْرَى وَلَيْثٌ مُرْصَدُ

ترجمہ: (حاملین عرش میں کوئی) مرد کی صورت پر ہے، کوئی بیل کی صورت پر ہے، اللہ تعالیٰ کی دائیں ٹانگ کے نیچے، تو کوئی گدھ کی صورت ہے اور کوئی گھات بیٹھے ہوئے شیر کی صورت پر۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امیہ نے سچ فرمایا ہے۔(مسند احمد/2314، سنن دارمی/2745، الاسماء والصفات للبیہقی/771، اس کی سند کو احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے اور مطبعۃ الرسالۃ کے محققین نے کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ محمد بن اسحٰق مدلس ہے اور اسے بصیغہ عنعنہ روایت کیا

ہے اور مصنف کے علاوہ دوسری کتابوں میں محمد بن اسحٰق کی صراحت اُن کے ایسے شاگردان سے منقول ہے جو کہ ثقہ نہیں ہیں اور اگر صراحت سماع بھی ثابت ہو جاتی ہے تو اس طرح کی چیزوں میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔لیکن مطبعۃ الرسالہ کے محققین کا یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ اگر صحیح سندوں کے ذریعہ ابن اسحٰق کی صراحت ثابت ہو جاتی ہے جس میں شذوذ نہ ہو تو اس کا اعتبار ہوگا کیونکہ ابن اسحٰق ثقہ راوی ہیں اور عنعنہ عدم سماع کے سلسلے میں نص نہیں ہوتا ہے تو سماع اگر معتبر سندوں سے ثابت ہو جائے تو اسی کا اعتبار کیا جائے گا اور کتاب التوحید لابن خزیمہ کے بارے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے گواہی دی ہے کہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس میں صحت کا التزام کیا ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ بیان تلبیس الجھمیۃ 7/46 میں ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ دوسری سند سے یہ تفصیلی منقول ہے۔اسے ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں نقل کیا ہے جس میں انہوں نے شرط رکھی ہے کہ صرف ثابت شدہ حدیثیں ہی ذکر کریں گے۔شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

اس سلسلے میں مزید ایک قول یہ ہے کہ موجودہ وقت میں کتنے فرشتے عرشِ الٰہی اٹھائے ہوئے ہیں اس سلسلے میں کوئی بات ثابت نہیں ہے۔چنانچہ اس تعلق سے کوئی بھی بات جزماً کہنا درست نہیں ہے۔واللہ اعلم

اس سلسلے میں متعدد اقوال آپ نے دیکھے اور دلائل کی رو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قیامت کے روز عرش بردار فرشتوں کی تعداد آٹھ ہوگی جیسا کہ قرآن پاک کے سورہ حاقہ میں اس کی صورت موجود ہے۔رہی بات قیامت سے قبل عرش بردار فرشتوں کی تعداد کتنی ہے تو اس سلسلے میں راجح یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ اس سلسلے میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے تو کسی ایک پر بھی بھروسہ کر کے کسی رائے کو راجح قرار دینا درست نہیں ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

کیا اسرافیل علیہ السلام حاملین عرش میں سے ہیں؟ اسرافیل علیہ السلام کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ آپ اللہ جل شانہ کے انتہائی مقرب اور پاک باز فرشتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو صور پھونکنے پر مامور کر رکھا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ عرش بردار فرشتوں میں سے ہیں؟

اس سلسلے میں کچھ علمائے کرام توقف اختیار کرتے ہیں جبکہ کچھ علمائے کرام کہتے ہیں کہ اسرافیل علیہ السلام عرش بردار فرشتوں میں سے ہیں۔امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:"وَإِذَا انْقَضَتِ الْأَشْرَاطُ، وَجَاءَ الْوَقْتُ الَّذِي يُرِيدُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِمَاتَةَ الْأَحْيَاءِ، مِنْ سُكَّانِ السَّمَاوَاتِ وَالْبِحَارِ وَالْأَرَضِينَ: أَمَرَ إِسْرَافِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ أَحَدُ حَمَلَةِ الْعَرْشِ فِي قَوْلِ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَصَاحِبُ اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ؛ فَيَنْفُخُ فِي الصُّورِ، وَهُوَ الْقَرْنُ"،یعنی قیامت کی نشانیاں جب ختم ہو جائیں گی اور وہ وقت آن پہنچے گا جس میں اللہ تعالیٰ آسمانوں، سمندروں اور زمینوں میں بسنے والے جاندار چیزوں کو مارنا چاہیے گا تو اللہ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا جو کہ بعض اہل علم کے مطابق عرش بردار فرشتوں میں سے ایک اور لوح محفوظ پر متعین ہیں،چنانچہ آپ صور پھونکیں گے جو بھونپو کے مثل ہوگا۔(شعب الایمان 1/529)

ابن زید کہتے ہیں:"لم يسم من حملة العرش إلا إسرافيل، قال: وميكائيل ليس من حملة العرش"یعنی عرش بردار فرشتوں میں صرف اسرافیل علیہ السلام کا نام وارد ہے۔انہوں نے مزید کہا ہے کہ میکائیل علیہ السلام عرش بردار فرشتوں میں سے نہیں ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم 10/3370)

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں:"ومن ساداتهم: إسرافيل عليه السلام، وهو احد حملة العرش، وهو الذى ينفخ فى الصور"یعنی سادات فرشتوں میں اسرافیل علیہ السلام بھی ہیں جو کہ عرش بردار فرشتوں میں سے ایک ہیں اور آپ ہی صور میں پھونکیں گے۔(اصول الایمان ص:98)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:"ومنهم اسرافيل – عليه الصلاة والسلام – وهو أحد حملة العرش العظام، وهو موكل بالنفخ في الصور"یعنی ان میں سے اسرافیل علیہ السلام بھی ہیں جو کہ عظیم عرش بردار فرشتوں میں سے ایک ہیں اور صور پھونکنے کے کام پر متعین ہیں۔(شرح ریاض الصالحین 1/440)

ان علمائے کرام نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کے پاس تشریف لائے تو عرض کیا:تم لوگ کیوں یکجا ہو؟ سب نے کہا کہ ہم یکجا ہو کر اپنے رب کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کی عظمت کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں۔یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم لوگ اپنے رب کی عظمت میں تفکر نہ کرو،لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ملائکہ میں تفکر کرو۔اس کے بعد فرمایا:"إِنَّ مَلَكًا مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهُ: إِسْرَافِيلُ، زَاوِيَةٌ مِنْ زَوَايَا الْعَرْشِ عَلَى كَاهِلِهِ، قَدْ مَرَقَتَا قَدَمَاهُ الْأَرْضَ السَّابِعَةَ السُّفْلَى، وَمَرَقَ رَأْسُهُ مِنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ الْعُلْيَا"یعنی عرش بردار فرشتوں میں ایک فرشتہ اسرافیل ہے۔عرش کے کونوں میں سے ایک کونا اس کی گدی پر ہے اور اس کے دونوں قدم سب سے نچلی زمین سے نیچے نکلے ہوئے ہیں اور اس کا سر سات آسمانوں سے باہر نکلا ہوا ہے۔(العظمۃ لابی الشیخ 2/697، حلیۃ الاولیاء 6/65،اس کی سند میں یحییٰ بن سعید عطار ضعیف،احوص بن حکیم ضعیف اور شہر بن حوشب متکلم فیہ روات ہیں جن کی وجہ سے یہ ضعیف ہے۔)

البتہ اس مسئلے میں راجح بات یہی ہے کہ اسرافیل علیہ السلام کا عرش بردار فرشتوں میں سے ہونے کی بات کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔چنانچہ بہتر یہی ہے کہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی جائے۔واللہ اعلم ☆☆

حافظ فیضان پٹیل جامعی اثری، رائیدرگ

ماہ صفر کے آخری بدھ سے متعلق غیر شرعی امور۔ ایک تجزیہ

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے، جس کی تعلیمات آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہیں۔ یہ انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے، خصوصاً عقائد کے باب میں، کیونکہ عقیدہ ہی دین کی بنیاد ہے، اور اسی کی درستگی میں انسان کی نجات اور کامیابی مضمر ہے۔ اسلام جہاں انسان کو ہدایت وراستی کی راہ دکھاتا ہے، وہیں پر گمراہ کن عقائد، بدعات اور خرافات کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج کا مسلمان جادۂ حق پر چلنے کے بجائے کج روی کا شکار ہو چکا ہے۔ وہ دین میں نئے نئے عقائد اور رسومات گھڑ رہا ہے، جو نہ قرآن سے ثابت ہیں نہ سنتِ نبوی سے۔ انہی خودساختہ خرافات میں سے ایک ماہِ صفر کے آخری بدھ سے متعلق بعض عوامی عقائد اور رسومات بھی ہیں۔

ماہ صفر کا مہینہ قمری سال کا دوسرا مہینہ ہے، جس کی بابت بعض مسلمانوں میں ایک غلط عقیدہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ ماہِ صفر کو بدشگون اور نحوست کا حامل سمجھتے ہیں۔ اس مہینے میں خوشی کے کام، خصوصاً شادی بیاہ سے اجتناب کرتے ہیں، اگر اس ماہ میں انھیں کوئی مصیبت یا نقصان ہو جائے تو اسے اس مہینے کی نحوست کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ یہ تصور بالکل زمانۂ جاہلیت کے اُس باطل عقیدے کی یاد دلاتا ہے جس میں کہ وہ ماہِ صفر کو منحوس خیال کرتے تھے۔ اور آج کے کچھ نام نہاد مسلمان ان غیروں کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں جو کسی بھی چیز خواہ وہ انسان ہو یا جانور، مہینہ ہو یا دن، کو کسی خاص سبب کی بنیاد پر منحوس تصور کرتے ہیں۔

ای لما یتوهمون أن فيه تكثر الدواهي والفتن (ارشاد الساری للقسطلانی ج8 ص374] یعنی انہیں یہ وہم تھا کہ صفر میں مصیبتیں اور فتنے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ جبکہ نبی کی صریح حدیث ہے: لَا عَدوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ (صحیح البخاری، کتاب الطب، باب لا ھامۃ: 5757) چھوت لگ جانا بدشگونی یا الو یا صفر کی نحوست یہ کوئی چیز نہیں ہے۔

جہاں ایک طرف لوگ اسے منحوس تصور کرتے ہیں، وہیں پر دوسری طرف بعض افراد اس ماہ، خصوصاً اس کے آخری بدھ کے دن سے متعلق گمراہ عقائد، خیالات اور آرا، بدعات کو دلوں میں بسائے ہوئے ہیں۔

باطل عقائد: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحت یاب ہونا: مسلمانوں میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو نبی صحت یاب ہوئے تھے۔ تو اسی کی خوشی میں لوگ نہاتے ہیں، سیر و تفریح کرتے ہیں، مٹھائیاں بناتے ہیں، اسے تقسیم کرتے ہیں، اور آخر چہار شنبہ ماہِ صفر کا آخری بدھ کا دن ہے۔ ہندوستان میں بعض مسلمان اس دن کو اس لیے مناتے ہیں کہ نبیؐ جیسا کہ کہا جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض کے دوران اس دن آپ کی تکلیف کچھ کم ہو گئی تھی۔ (موجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ: 6/1، ط: مرکز الشارقۃ للابداع الفکری)

صفر کے آخری بدھ کو نبی کا صحت یاب ہونا یا اس دن خوشیاں منانا یہ دونوں چیزیں باطل اور بے بنیاد ہیں۔ کیونکہ نبیؐ کے مرض کا آغاز ہی صفر کے آخری ایام سے ہوا تھا۔

وفي أواخر صفر من هذه السنة بدأ المرض برسول الله صلى الله عليه وسلم (الخلاصة البهية في ترتيب أحداث السيرة النبوية للشيخ وحيد عبدالسلام: ٨٧) اور اسی سال کے آخرِ صفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری شروع ہوئی۔

اسی طرح صفی الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ماہِ صفر سنہ 11 ہجری کی 29 تاریخ کو، جو کہ پیر کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع میں ایک جنازے میں شرکت فرمائی۔ جب آپ واپس لوٹے اور آپ راستے ہی میں تھے تو آپ کے سرِ مبارک میں درد شروع ہو گیا، اور بخار کی شدت اتنی بڑھ گئی کہ لوگ آپ کے سر پر بندھی ہوئی پٹی کے اوپر سے ہی حرارت کی شدت کو محسوس کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں تقریباً 11 دن تک لوگوں کو نماز پڑھائی، اور آپ کی بیماری کی کل مدت 13 یا 14 دن تھی۔ (الرحیق المختوم: ص426)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز ماہِ صفر کے اخیر ہی میں ہو چکا تھا، اس لیے یہ رائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفر کے آخری بدھ کو صحت یاب ہو گئے تھے، درست نہیں ہے۔

اور اس آخری بدھ کو جو خوشیاں منائی جاتی ہیں شیرینی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہیں، یہ سب باطل خرافات ہیں جسے لوگوں نے اپنی طرف سے وضع کیا ہے، کیونکہ اس طرح کا عمل نا صحابہ سے ثابت ہے اور نہ ہی ان کے بعد کے لوگوں سے، جو کام صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ کبھی شریعت کا حصہ نہیں بن سکتا ہے۔

غنی ہونا یعنی مالدار بن جانا: منقول ہے کہ جو ماہ صفر کے آخری بدھ کو سورہ الم نشرح، والتین، اذا جاء، سورہ اخلاص اسی (٨٠) بار پڑھے۔ وہ مہینہ ختم نہ ہوگا کہ غنی ہو جائے گا (لطائف اشرفی: 341)

یہ سراسر باطل اور گمراہ کن عقیدہ ہے کہ ان سورتوں کے پڑھنے سے آدمی مالدار ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہوتا تو نبیؐ اور صحابہ کرامؓ اس وظیفے کو ضرور پڑھتے کیونکہ وہ لوگ بھی مال کے محتاج تھے ان کے گھروں میں بھی کئی دنوں تک چولہے نہیں جلتے تھے، ضروریات پوری کرنے کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے، مگر انھوں نے اس وظیفہ کا اہتمام نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں نے محنت کی، مزدوری کی، تجارت کی، بکریاں چرائیں۔ دعائیں کیں،

تب جا کر ان کے گھروں میں چولہے جلے، ان کی ضروریات پوری ہوئیں۔

ہاں ! البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایسی دعائیں اور اذکار سکھائیں ہیں، جس سے ہمارے رزق میں کشادگی اور مال و دولت میں برکت آسکتی ہے۔

جیسا کہ کچھ دعائیں یہاں ذکر کیا جارہی ہیں: اللهم اغفرلي ذنبي، ووسع لي في رزقي وبارك لي فيما رزقتني (سنن ترمذی/کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: باب منہ: قال الشیخ الالبانی: ضعیف، لکن الدعاء حسن: 3500) اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے گھر میں کشادگی دے، اور میرے رزق میں برکت دے۔

دعا کا حصہ حسن ہے، بقیہ ضعیف، سند میں راوی سعید بن ایاس جریری مختلط ہوگئے تھے، اور ''عبدالحمید الھلالی''، بہت غلطیاں کرتے تھے، مگر نفسِ اس دعا کے الفاظ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے تقویت پا کر دعا کا ٹکڑا احسن ہے، ملاحظہ ہو (غایۃ المرام رقم: 112) [سنن ترمذی مجلس علمی دار الدعوۃ، نئی دہلی، حدیث/صفحہ نمبر: 3500]

2) اللهم اكفني بحلالك عن حرامك، وأغنني بفضلك عمن سواك (سنن ترمذی/کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: باب: 3563 قال الشیخ الالبانی: حسن) اے اللہ! تو ہمیں حلال دے کر حرام سے کفایت کردے، اور اپنے فضل (رزق، مال و دولت) سے نواز کر اپنے سوا کسی اور سے مانگنے سے بے نیاز کردے۔

3) اللهم انی أسألک الهدی والتقی والعفاف والغنی (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فی الادعیة: 2721) اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی، اور (دل کا) غنا مانگتا ہوں۔

یہ چند دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہیں، تاکہ جو رزقِ حلال ہم کمائیں، اس میں برکت ہو۔ ان دعاوں میں طلبِ رزقِ حلال اور مشروع کسبِ معاش کی دعائیں شامل ہیں۔

3) بلاؤں کا اترنا: یعنی صفر کے آخری بدھ کے دن بلائیں نازل ہوتی ہیں جیسا کہ ایک مصنف لکھتا ہے: بعض عارفین، جو اہلِ کشف وتمکین میں سے تھے، انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ہر سال تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں، اور یہ تمام بلائیں ماہِ صفر کے آخری بدھ کے دن نازل ہوتی ہیں؛ لہٰذا وہ دن پورے سال کا سب سے سخت دن ہوتا ہے۔ (کتاب مجربات الدیربی الکبیر: 108-109)

آگے لکھتا ہے: پس جو شخص اس دن (یعنی صفر کے آخری بدھ کے دن) چار رکعت نماز پڑھے، اور ہر رکعت میں سورہ الفاتحہ کے بعد سورہ انا اعطیناک الکوثر سترہ (17) مرتبہ، سورہ الاخلاص پانچ (5) مرتبہ، اور سورہ المعوذتین (یعنی الفلق اور الناس) ایک ایک مرتبہ پڑھے، اور سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا مانگے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو اس دن نازل ہونے والی تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے گا، اور ان بلاؤں میں سے کوئی بلا اس کے قریب بھی نہیں آئے گی، یہاں تک کہ پورا سال گزر جائے۔ (کتاب مجربات الدیربی الکبیر: 108-109)

لجنۃ الدائمہ سے جب ان بلاؤں اور نماز کا سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: سوال میں مذکور جو نفل نماز ہے، ہمیں کتاب وسنت سے اس کی کوئی اصل معلوم نہیں، اور نہ ہی ہمیں یہ ثابت ہوا ہے کہ امت کے سلفِ صالحین یا نیک خلف نے اس نفل نماز کو ادا کیا ہو۔ بلکہ یہ ایک منکر بدعت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے (شریعت) کے مطابق نہیں، وہ مردود ہے۔ اور فرمایا: جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس (دین) میں سے نہیں، وہ مردود ہے۔ پس جو شخص اس نماز اور اس کے ساتھ مذکور اذکار و اعمال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کرے، تو وہ بہت بڑی جھوٹ باندھنے کی جرأت کرتا ہے، اور ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھوٹ بولنے والوں کے لائق سزا واجب ہے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: 2/354)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نہ تو صفر کے آخری بدھ کو بلائیں نازل ہوتی ہیں، اور نہ ہی اس دن کے لیے کوئی مخصوص نماز یا عبادت مشروع ہے۔ اسی طرح ان بلاؤں سے بچنے کا ایک اور وظیفہ بیان کیا جاتا: ایک صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے: کہ جو شخص وہ چار رکعتیں پڑھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا، اور وہ دعا بھی کرے جس کا ذکر پہلے آیا ہے، یعنی: اللہ، یا شدید القوی... اور اس کے بعد ان (مخصوص) آیات کو لکھے، پھر انہیں پانی سے دھوئے، پھر جو شخص اس پانی کو پی لے تو وہ اس دن نازل ہونے والی بلاؤں سے لے کر پورے سال کے آخر تک محفوظ رہے گا۔ وہ آیات جو اوپر مذکور ہیں۔ (نعت البدایات وتوصیف النہایات: 194)

یہ عمل نا تو نبیؐ سے ثابت ہے اور نہ ہی ان کے اصحاب سے۔

عبدالسلام قشیری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے:

جاہل لوگ اس بات کے عادی ہو چکے ہیں کہ وہ ماہ صفر کے آخری بدھ کے دن آیاتِ سلام، جیسے کہ ''سلام علیٰ نوحٍ فِي العالمين ''وغیرہ، لکھتے ہیں، پھر ان کو برتنوں میں رکھتے ہیں اور ان کا پانی پیتے ہیں، اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، اور انہیں ایک دوسرے کو تحفے میں دیتے ہیں، اس عقیدے کے ساتھ کہ یہ عمل شر کو دور کر دیتا ہے۔ یہ عقیدہ فاسد ہے، یہ مذموم نحوست پر مبنی ہے، اور یہ قبیح بدعت ہے، جس پر لازم ہے کہ ہر دیکھنے والا اس کا انکار کرے اور کرنے والے کو اس سے روکے۔ (السنن والمبتدعات 111، 112)

یہ چند غیر شرعی اعمال ہیں جو ماہِ صفر کے آخری بدھ سے متعلق لوگوں نے اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق گھڑ لیے ہیں، جن کا دینِ اسلام اور شریعتِ محمدیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

☆☆☆

معروف اسلامی اسکالر اور ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' کے ایڈیٹر ڈاکٹر ابوالحیات اشرف رحمہ اللہ

ابو مصلح الکریمی

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

جماعت اہل حدیث کی مایہ ناز شخصیت، معروف اسلامی اسکالر متعدد کتابوں کے مصنف، مشہور کالم نگار اور ماہر تعلیم، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوریٰ وعاملہ کے رکن اور اس کے انگریزی میگزین ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' کے ایڈیٹر ڈاکٹر ابوالحیات اشرف صاحب گوناگوں دینی، دعوتی، تصنیفی اور صحافتی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر تقریباً پچاسی سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد صاحب آباد، غازی آباد (یوپی) میں بتاریخ ۲۲/جون ۲۰۲۵ء کو بروز اتوار تقریباً بارہ بجے دن اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بلاشبہ ان کی موت جماعت وجمعیت نیز ملک وسماج کا عظیم خسارہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نیک طبع، علم دوست، علماء کے قدرداں، دینی وجماعتی، تعلیمی وتربیتی اداروں کے بہی خواہ، نہایت خلیق وملنسار اور جماعتی وملی غیرت سے سرشار تھے۔ وقت کی پابندی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ نے زبان وقلم کے ذریعہ ملک وملت اور جمعیت وجماعت کی قابل قدر اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ عصر حاضر کے اکثر اہل علم اور شخصیات اور تنظیموں اور جماعتوں سے ان کا تعلق تھا۔ طلبہ اور اساتذہ ومعلمین کے عظیم محسن تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی ولادت مشرقی چمپارن، بہار کی مردم خیز ومعروف بستی دوستیا کے اندر جماعت اہل حدیث کے ایک دیندار اور موحد علمی خانوادہ میں ۱۹۴۲ء میں ہوئی۔ آپ کے والد مولانا صداقت حسین رحمہ اللہ کا شمار ملک کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ آپ حدیث وفقہ اور تفسیر کے علاوہ عربی زبان کے بھی ماہر تھے۔ انہوں نے چالیس سال سے زائد عرصہ تک کتاب وسنت اور علوم وفنون کی تدریس کا فریضہ انجام دیا اور سالہا سال تک جامعہ اصلاحیہ معروف بہ مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ میں صحیحین خصوصاً صحیح بخاری کا درس دیا۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب نے خالص دینی وعلمی ماحول میں پرورش پائی۔ آپ بہار کی قدیم ترین دینی دانش گاہ مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ کے نہایت معتبر ومقتدر وممتاز فیض یافتگان میں سے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم ہیرا پور مڈل اسکول میں ہوئی۔ پھر آپ نے مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ میں داخلہ لیا، جہاں سے ۱۹۶۱ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے پٹنہ ملٹی پرپز ہائر سکنڈری اسکول سے میٹرک پاس کیا۔ مزید تعلیم کے لیے ہندوستان کی مایہ ناز دانش گاہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے گئے اور وہاں سے بی اے اور ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ مزید علمی تشنگی بجھانے کے لیے آپ مصر بھی گئے اور وہاں جامعہ ازہر سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے نائجیریا تشریف لے گئے اور احمد بیلو یونیورسٹی زاریا کاڈونا نائجیریا (Ahmad Bello University, Zaria, Kaduna, Nigeria) سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم کے لیے آپ کا شوق فراواں ہی تو تھا کہ آپ نے ممتاز میٹروپولیٹین کالجیٹ انسٹی ٹیوٹ لندن سے پولیٹیکل سائنس میں ماسٹر آف آرٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلامی علوم کے علاوہ سائنس کے میدان میں بھی قدم رکھا اور انٹرنیشنل کالج آف نیچرل ہیلتھ سائنسز میں ڈپلومہ کیا۔ اس کے بعد انڈین بورڈ آف آلٹرنیٹو میڈیسن کولکاتہ میں ان کا رجسٹریشن ہوا۔

نائجیریا میں آپ کی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ دعوتی مشن بھی جاری تھا۔ وہاں آپ نے تصنیف وتالیف کا کام بھی کیا اور نصاب تعلیم کی تیاری کے ساتھ ساتھ درسی کتابیں بھی تیار کیں۔ تقریباً بائیس سال تک مختلف تعلیمی اداروں سے وابستہ رہ کر یہ ساری گوناگوں تعلیمی، تربیتی، علمی اور دعوتی خدمات انجام دیتے ہوئے ایک سڑک حادثے کے شکار ہوگئے۔ چنانچہ وطن عزیز ہندوستان واپس لوٹ آئے۔ آپ نے ہندوستان میں بھی متعدد دینی، رفاہی، تعلیمی اور دعوتی وتنظیمی اداروں سے مختلف اوقات میں وابستہ رہ کر گوناگوں خدمات انجام دیں۔ مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ سے وابستہ رہے۔ اسلامک ڈولپمنٹ بنک جدہ کی طرف سے ہندوستان میں آنریری کونسلر مقرر ہوئے۔ جامعہ امام ابن تیمیہ بہار کی بھی قانونی رہنمائی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ایک مدت تک جامعۃ الہدایہ جے پور سے جاری ہونے والے انگریزی ماہنامہ ''الہدایہ'' کے ایڈیٹر رہے۔ آپ نے ہندوستان میں بھی پرائمری درجات کے لیے نصاب تعلیم تیار کیا۔ آپ کا تیار کردہ نصاب تعلیم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کچھ عقل اول اور ہم چنیں دیگرے نیست جیسے لوگوں کی مخالفت کے باوجود بڑی تعداد میں شائع کیا اور اسے تقریباً دوصد مدارس، اہل علم، ماہرین تعلیم اور اصحاب درس وتدریس کی خدمت میں ارسال کیا۔ مجھے جہاں تک یاد آتا ہے کہیں سے اس پر منفی یا مثبت جواب نہیں آیا۔ نقد وتبصرہ اور مفید مشورہ تو دور کی بات ہے۔ چند بزرگوں کے تشجیعی کلمات، وہ بھی

عندالملاقات کے علاوہ کہیں سے کچھ نہیں حاصل ہوا اور بقول علامہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ ’’بہت سے حضرات ڈاکٹر ابوالحیات صاحب کی کتاب ملتے ہی ماہر نصاب تعلیم ہوگئے اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانی شروع کردی اور محافل تعلیم اور مجالس نصاب تعلیم منعقد کرنے شروع کردیئے اور یوں ’’ہر کہ آمد عمارت نو ساخت‘‘ سے بھی بدتر طریقہ اپناتے ہوئے ’’یحبون ان یحمدوا بمالا یفعلوا ‘‘ کے سزا وار ٹھہرے۔ بلکہ دیگر مشاریع تعلیمیہ، علمیہ، دعویہ اور تزکیہ اور تعمیریہ کی طرح اسے بھی سبوتاژ کرنے کی کوشش کرتے رہے اور ہدم وتخریب کی چالیں چلتے رہے۔ جبکہ جمعیت اپنی سخت جانی کے ساتھ ان سنگ راہوں کو خاطر میں لائے بغیر غیر مسبوق خدمات انجام دیتی آگے بڑھتی جارہی ہے اور ’’اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ‘‘ کہتی رہی، مگر اب صرف یہ کہتی ہے۔

ولقد مررت علی اللئیم یسبنی

فمضیت ثمۃ قلت لا یعنینی

اور یہ کہ

ولو ان کل کلب عوی القمتہ حجرا

لا صبح الصخر مثقالا بدینار

ڈاکٹر صاحب کی وفات پر ایک بدبخت نے بڑی بے شرمی، خیانت، دریدہ دھنی اور ابلیسی تلبیس کا مذموم ثبوت پیش کیا ہے، جس نے کئی بلڈنگوں، متعدد مراکز مختلف شہروں میں قائم درسگاہوں، مسافر خانوں اور خود دہلی میں کم از کم پانچ محلوں میں بڑی بڑی پراپرٹی اور عمارتوں کو اپنے پیٹ میں دفن کرلیا اور بقیہ کو بھی ہضم کرتا جارہا ہے۔ اس عاقبت نااندیش نے اپنے شیش محل کو نہ دیکھ کر دوسروں پر پتھروں کی بارش برساتا رہتا ہے۔ کسی نے اس کی تمام خیانتوں جائدادوں اور بلڈنگوں کا آنکڑا اور سروے پیش کرکے جمعیت کے ذمہ داروں کے حوالہ کیا۔ مگر ذمہ دار حضرات ہمیشہ جماعتی وملی مصلحت کی خاطر نظرانداز کرتے رہے۔ کاش کہ اب بھی اسے شائع کرکے منہ میں زبان ہونے کا ثبوت دیا جائے۔ تاکہ ایسے لوگوں کو اپنی برائیاں بھی کچھ دکھے۔ حتی کہ خود اس نے بقول رحمانی صاحب جمعیت کی جاروب کشی سے بھی باہر کیے جانے پر جس قدیم مسجد اہل حدیث دہلی میں پناہ لی تھی اور جس میں بیٹھ کر وہ جماعت وجمعیت میں فسادات پھیلاتا رہا اور پورے ہندو بیرون ہند کی صدقات اور دولت کے ساتھ کھلواڑ کرتا رہا، اس میں ایک اینٹ سے تزئین وتحسین اور موذنین وائمہ کی تعیین تو دور کی بات ہے، اس کی گرتی ہوئی دیواروں اور بگڑتی ہوئی حالتوں کو نہ سدھار سکا اور سارے جہاں کے سورس اور فورس اور اونچے تعلقات اور حکام تک رسائی کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود یہ عذر لنگ پیش کرتا رہا کہ قدیم مساجد میں ادنیٰ تصرف جائز نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ کورونا کیا آیا کہ سالوں تک کوئی اذان دینے والا بھی نہ رہا اور اس پر غیروں کا قبضہ ہوگیا۔ موذن واذان اور امام کا فقدان تو اس کے عین دور شباب دولت کے ریل پیل اور کروڑوں کے حساب وکتاب کے وقت میں رہا۔ لیکن یہ سب کچھ جماعت کے مرکزی اور بڑے اداروں پر تبرا پڑھنے اور نیچا دکھانے کی حد تک رہا۔ وہ تو جامع مسجد خطہ کے ایک مرد آہن اور ان کے ایک دست راست صاحب تھے جنہوں نے جماعت اہل حدیث اور مرکزی جمعیت اور اس کے امیر کا پاس ولحاظ رکھا اور انہوں نے حکمت، نرمی اور قدرے گرمی سے اسے بازیافت کرایا اور خوشخبری سنائی۔ جس پر امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ان کا خصوصی شکریہ ادا کیا۔ تب سے یہ شخص پھر ڈینگیں مار رہا ہے اور یہ بدبخت فتح کا جھنڈا گاڑ رہا ہے کہ ہم نے واپس لے لیا۔ بدنصیبی یہ ہے کہ اس بدبخت نے کچھ شرفاء کو بھی اپنا رفیق بنالیا ہے جن کی آڑ میں یہ چوہیا، پہاڑ اور کبھی کبھی ابتذال وفساد کے ذریعہ لکھاڑ بننے کی کوشش کرنے لگا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کے زور سے اس روسیاہ کو شہرت ملی، عزت ملی اور پیسے ملے، مگر ان کے جنازے میں اس نامراد کو ایک چپراسی کو بھی شریک کرنے کی توفیق نہ ملی۔

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز

اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

بلکہ اس سانحہ عظمیٰ پر اس کو اپنی قدیم نیش زنی اور کمینگی کے اظہار کا اور مرکزی جمعیت میں ان کی تیار کردہ کتب کے متعلق اپنی فتنہ انگیز تحریر کو نشر کرنے اور اپنے چھچھورے پن کے اظہار اور شر انگریزی کا موقع مل گیا۔ ویسے اس میں تمام اہم غمناک اور الم انگیز حادثات وسانحات اور جمعیت وملت اور جماعت حتی کہ تمام سلفی اداروں کے اہم کارناموں، پروگراموں اور تقریبات کی مناسبت سے خارش اور جمل اجرب بننے کی خو پیدا ہوجاتی ہے۔ بلکہ یہ اس کی عادت ثانیہ بن چکی ہے اور اس کی جبلت میں داخل ہوچکی ہے۔ آسماں پر تھوکنے اور واہی لوٹنے میں یہ اپنی مثال آپ ہے۔ ھداہ اللہ۔ کئی سالوں بعد ابھی ۳۵ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مناسبت سے اپنے پیٹ کے قبرستان میں دفن صدائے ہفوات کا ایک شمارہ نکال کر کانفرنس کی عزت اور مقام کو کم کرنے کی کوشش کی۔ اب اس نے اس غم ناک موقع سے بھی نصاب تعلیم کو جمعیت کے دفتر کے قبرستان میں دفن کرنے کا ابلیسی شوشہ چھوڑا۔ آہ! کیا یہی صلہ تھا ڈاکٹر صاحب کے احسانات کا اور اتنے بڑے سانحے پر اس شیطانی نوحہ خوانی ومرثیہ خوانی، نالہ وشیون اور ماتم کا! ایسا تو کوفیوں کو بھی تین صدیاں بعد سوجھی تھی، مگر اس بدبخت وعاقبت نااندیش کو خبر سانحہ وفات عظیم محسن پر چند دن کے لیے صبر نہ ہوسکا اور فوراً اس نے ایسی افتراء پردازی کردی۔ سچ ہے۔

اذا انت اکرمت الکریم ملکتہ

وان انت اکرمت اللئیم تمردا

مرحوم کی تیار کردہ کتب برائے پرائمری درجات کا قصہ قدرے طویل ہے اوراس میں بھی اسی طرح کے خائنوں کی دسیسہ کاری کی کارفرمائی ہے۔

''کبھی فرصت میں سن لینا عجب ہے داستان میری''

اگر اس افترا پرداز نے ان کی حیات مستعار میں ہی جمعیت پر یہ اتہامات لگائے ہوتے تو ڈاکٹر مرحوم اس کا پوسٹ مارٹم ضرور کرتے۔ جیسا کہ وہ ایسی مذبوحی حرکتیں کرنے والے جمعیت کے حاسدین کو جمعیت کی کارکردگی اور عظیم الشان و بے مثال، جمعیت کی تاریخ کی روشنی میں ناقابل یقین اور ہمہ جہت خدمات کو پیش کر کے عالمانہ، فاضلانہ اورمحققانہ ومنصفانہ مگر دندان شکن اور منہ توڑ ومسکت جواب دیتے تھے۔ آپ نے کبھی ''ضیغم دھاڑتا ہوا نکلا کچھار سے'' جیسے ذیلی عناوین سے مزین کر کے اس وقت کے ناظم عمومی مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کے کارناموں کو خراج عقیدت پیش کیا تو کبھی علامہ مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کی طرح ''ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنند''، جیسے عناوین سے ناظم عمومی اور جمعیت کے کارناموں اور ہمہ جہت سنہری اور تاریخی نوعیت کے کاموں کو ہجوم عوائق ومشاکل وعراقیل وسدراہ بننے والے چٹانوں، مکر بازوں اور بہتان طرازوں ''وان کان مکرھم لتزول منه الجبال ''کے علی الرغم کامیاب وکامران اور سرخرو ہونے پر داد تحقیق وتحسین اور کلمات تبریک وتشجیع فرماتے ہوئے اداریے لکھے گویا کہ اس وقت کے جمعیت کے ناظم عمومی کی زبان بن کر یہ گنگناتے تھے کہ

ولی من الفیلق الجاواء وغمرتها
اذا تقحمها الابطال بالحیل

یہ گندم نما جوفروش خود بارہا بیان کرتا تھا کہ جمعیت میں جب وہ یکا وتنہا چپراسی تھا، سائیکل سے چند پرچے خرید کر لاتا تھا، چائے پلاتا تھا، خطوط اور لفافے پیک کرتا تھا اور ڈاکخانہ ٹوٹی سائیکل اور گیارہ نمبر کی سواری سے جاتا تھا اوراس کے باوجود بھی اس کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اور تنخواہ کا انتظام نہ ہونے پر جمعیت سے بھگا دیا گیا۔اس طرح یہ اپنی بھاگ دوڑ کی کیفیت بیان کر کے جمعیت سے ہمدردی جتاتا تھا اورموجودہ ذمہ داروں کی خدمات پر قصیدہ خوانی کرتے ہوئے یہ جمعیت کی کسمپرسی اور اس کے سابق بزرگ ذمہ داروں کی برائی بیان کرتے ان کو کوستے نہیں تھکتا تھا۔اب اس کو جمعیت کے اتنے سارے کام کرنے سے اس قدر چڑ ہے اور جو کل تک اس کا مداح رہتا تھا اب پلٹی مار کر چیں بجبیں ہوتا ہے، بلکہ ڈاکٹر صاحب جس بات پر خوش ہوتے تھے اس کے ذکر پر سیخ پا ہوتا ہے۔ آہ رے میرے عزیز از جان! کہاں گیا تمہارا ایمان؟ (یہ جملے بطور جملہ معترضہ طویل ہوگئے)

ڈاکٹر صاحب نے تحریک شہیدین کے آخری سرخیل مولانا عبدالخبیر صادق پوری اصلاحی سے کسب فیض کیا تھا اور مجاہدین آزادی سے کئی طرح سے استفادہ بھی کیا تھا۔آپ کو عربی واردو کے علاوہ انگریزی زبان پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ انگریزی زبان وقلم کے ماہر تھے۔ نائیجیریا، افریقہ میں آپ نے تعلیمی ودعوتی اور اصلاحی وانتظامی کام قدرے عربی ورنہ انگریزی زبان میں کیا۔

ڈاکٹر صاحب کا قلم ہمیشہ سیال وفعال رہا۔وہ بذات خود حرکت ونشاط کی تصویر تھے۔خاندانی عظمت وشرافت، والد ماجد رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت اوران کی مشیخیت اور بہار وپٹنہ اور تمام تشنگان علوم کی اتالیقیت واستادیت ومدرسیت نے بیٹے میں علم واہل علم، تحقیق وجستجو اور ریسرچ کی خو پیدا کر دی تھی۔مجاہدین، خانوادہ صادقپور، پٹنہ اوراس کے سرخیلوں سے ملاقات اوران کی تربیت نے ان کے اندر ایک اسپرٹ، جذبہ اور ولولہ تازہ پیدا کر دیا تھا اوران کو نظم وضبط اور سلیقہ وحسن سیرت وصورت کا خوگر بنا دیا تھا۔حق گوئی اور بزجستگی ان کی زندگی کا لازمہ تھی۔وہ کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے اور نہ دین واخلاق، نظم وضبط اور حق وانصاف کے سلسلے میں کبھی کوئی سمجھوتہ کیا بلکہ اس کی وجہ سے ہر جگہ آپ قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

آپ کی تمیقات ونگارشات مختلف جرائد ومجلّات کی زینت بنے اور ماہنامہ نوائے اسلام کا معروف زمانہ کالم ''السلام علیکم'' قارئین کرام کی توجہ خصوصی دلچسپی اور معلومات کا باعث بنا۔ جامعۃ الہدایۃ جے پور کے انگریزی پرچہ ''ہدایت'' جس کے ایک مدت تک آپ ایڈیٹر رہے، اسے بڑی پابندی سے اسے منصۂ شہود پر لا کر لوح وقلم اور ملک وملت اور خصوصاً تعلیم وتربیت کی خدمت کا حق ادا کرتے رہے۔ آپ اسلامک ڈیولپمنٹ بینک کے ذریعہ طلبہ واسکالرس کے لیے وظائف اور مختلف تعلیمی و تربیتی شعبہ جات میں متحرک اور فعال کردار ادا کرتے رہے اوراس کے ذمہ داران آپ کی نازک مزاجی اور کڑی شرطوں کے باوجود خصوصاً پابندی وقت، حسن عمل اور نظم وضبط کے سلسلے میں آپ کی کڑی شرطوں پر پورا اتر کر بہت سے کام لینے میں کامیاب رہے۔ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے دفتری امور کی تحسین اوراس کے نظم وضبط کے سلسلے میں آپ نے کلیدی کردار ادا کیا۔جس کا مکلّف اس وقت کے بورڈ کے ذمہ داران نے آپ کے سپرد کیا تھا۔ جس پر وہ آپ کے مشکور وممنون ہوتے تھے۔ آپ نے نائجریا افریقہ کی سرزمین پر تعلیمی وانتظامی کارنامہ میں اپنے خوشگوار انمٹ نقوش چھوڑے اور وہاں آپ کے ذریعہ تیار کردہ نصابی کتب کی خوب خوب پذیرائی ہوئی۔

مرکزی جمعیت کے انگریزی پرچہ دی ٹروتھ، پھر دی سمپل ٹروتھ کن حالات میں شروع ہوا اور کیسے بلا توقف وانقطاع بیس سالوں تک آپ کے حین حیات سے آج تک جاری وساری ہے اس میں کس طرح کے عوائق مشکلات درپیش ہوئے اور مرکز اور ذمہ داران اور خود آپ کیسے ثابت قدم رہے اس کی داستان طویل ہے۔

ڈاکٹر صاحب شوگر کے مریض تھے، قلب کا عارضہ بھی لاحق تھا، برین ہیمریج سے بھی دوچار ہوئے، جسم میں حرکت نہ رہی، نہ زبان وبیان کسی میں بھی جنبش اور دم خم نہیں رہ گیا تھا، پھر بھی دی سمپل ٹروتھ جس کے آپ بانی ایڈیٹر تھے کی اس حالت میں

بھی فکر غالب رہی اور زبان حال وقال سے کہتے رہے۔

گو ہاتھوں میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی 'قلم' و 'کاغذ' میرے آگے

چنانچہ جونہی ہاتھوں میں تھوڑی حرکت کیا آئی کہ پھر مجلّہ دی سمپل ٹروتھ کو سنبھالنے اور اپنی جولانئے قلم کو مزید مہمیز دینے کی ٹھان لی۔ آپ کے معالج کسی بھی طرح اس کے لیے راضی نہ تھے اور نہ اہل خانہ اس کے لیے تیار ہوسکتے تھے۔ ذہن و دماغ پر کسی طرح کا دباؤ صورتحال خراب کرسکتا تھا۔ مگر وہ ابوالحیات کیا جسے مرتے ہوئے بھی کام کیے بنا قرار آئے۔ اس جیالے ومتوالۂ علم وفن کو اس کے نصب العین اور کام سے کون روک سکتا تھا؟ چنانچہ طے ہوا کہ چند صفحات ہی سہی، لیکن وقفے وقفے سے مجلّہ شائع کیا جاتا رہے گا۔ مگر آپ اس پر قانع نہ تھے اور جان جوکھم میں ڈال کر خامہ فرسائی شروع کی تو زندگی کے آخری لمحات تک اسی میں منہمک ومصروف رہے۔ ایسے لوگ خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ادھر قزاق اجل نے نقارہ کوچ بجایا ادھر وقت سے پہلے پرچے کا مواد تیار پایا گیا۔ سچ ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اور

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس شعبہ صحافت اور انگریزی ڈپارٹمنٹ میں کتنے حضرات کام کرتے ہیں اور کتنا صرفہ ماہانہ آتا ہے؟ میں نے کہا کہ جہاں جماعت کے آستینوں میں مار وکژدم ہوتے ہیں وہیں اگر ابوالحیات اشرف، حافظ یحییٰ دہلوی، خواجہ قطب الدین مونس اور ابن احمد نقوی رحمہم اللہ جیسے لعل وگہر ہوں تو ہاں مالی صرفہ نہیں پوچھا جاتا، بلکہ ان کے اخلاص کی تپش ان کے جذبات کی حرارت، قوت عمل کی گردش اور فدائیت و جانثاری کی کارفرمائی ہی سب کی بھرپائی کرتی ہے۔ یہ وہ اللہ والے تھے جن کے بارے میں بارہا و برجستہ کہنا پڑتا ہے۔

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کاز سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور گزر چکا ہے کہ مرکزی جمعیت کے انگریزی ترجمان ''دی سمپل ٹروتھ'' کے بانی مدیر تھے۔ مقصد سے لگن ایسی تھی کہ پیرانہ سالی اور عارضہ قلب کے باوجود تقریباً بیس سال سے پابندی کے ساتھ میگزین کی ادارت کرتے رہے۔ آپ نے اس دوران متعدد معرکۃ الآراء خصوصی نمبرات بھی شائع کیے۔ عاملہ وشوریٰ کی مجالس میں حاضری اور اس میں شرکت، وقت کی پابندی، مجالس کے وقار کا لحاظ ان کا طرہ امتیاز تھا۔ میٹنگ سے قبل و بعد بعض لوگوں کی مذبوحی حرکتیں ایک طرف اور دوسری طرف ڈاکٹر صاحب کی بلند اخلاقی، عمدہ نظم وضبط اور ڈسپلن، ان سب کو نرم ومودب وسنجیدہ بنادینے پر مجبور کرتے تھے۔

آپ نے اردو اور انگریزی زبانوں میں متعدد علمی، دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی اور نصابی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے چند کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا، مثلاً:

۱۔ **پوری کائنات محو عبادت ہے**۔ اس کتاب میں عبادت کے وسیع تر معنی و مفہوم کو بیان کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ کی ہر مخلوق محو عبادت ہے۔

۲- **مردود اقوام**۔ اس کتاب میں معذب قوموں کا تذکرہ ہے۔

۳- Wome in Islamic Shariah اس کتاب میں اسلام میں عورت کے حقوق و واجبات، ان کے اعلیٰ مراتب اور بلند مقام کا ذکر کیا گیا ہے جسے اسلام نے انہیں عطا فرمایا ہے۔

۴- Introduction to the Holy Quran، اس کتاب میں قرآن کریم کے مختصر تعارف اور اس کے پیغام انسانیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

۵-دعاۃ کے لیے منصوبہ سازی اور وقت کی اہمیت۔

۶-''نصاب تعلیم برائے پرائمری درجات۔

۷۔ پرائمری درسی کتب برائے مدارس ومکاتب۔

اس کے علاوہ بھی آپ کے اردو، انگریزی میں سینکڑوں مضامین لکھے ہیں جو ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ان کی گراں قدر دینی، علمی، تعلیمی وجماعتی خدمات کے اعتراف میں اپنی حالیہ پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر ان کو اہل حدیث ایوارڈ کا مستحق قرار دیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم سے تعلق خاطر رکھتے تھے اور محبت فرماتے تھے، مرکزی جمعیت کی ہمہ جہت دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، علمی، تحقیقی، تعمیراتی اور رفاہی خدمات کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور ملک وملت کے تمام درپیش مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کے حل کے لیے کوشاں اور فکرمند رہتے تھے۔ بلاشبہ ملک وملت اور جماعت وجمعیت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات قابل قدر و ناقابل فراموش نیز نئی نسل کے لیے آپ کی تعلیمی اور تربیتی کوششیں مشعل راہ ہیں۔ ان کی وفات نہ صرف ان کے اہل خانہ بلکہ پوری جماعت وجمعیت اور ملک وسماج سب کا بڑا خسارہ ہے، جس کی تلافی بظاہر مشکل نظر آتی ہے۔

پسماندگان میں دو بیٹے ندیم وشوکت اور پانچ بیٹیاں اور متعدد پوتے و پوتیاں اور نواسے ونواسیاں ہیں۔ اور یوں بھرا بڑا خاندان اور وسیع حلقہ یاراں اور مخلصین و محبین اور مستفیدین کو چھوڑ کر اپنے رب کریم کے حضور حاضر ہوگئے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

☆☆☆

مسدس مسلم رحمہ اللہ

خلیفہ امیر المومنین قائد المجاہدین اور سرخیل موحدین

در بیان سنت و بدعت

اول تو فرض طاعتِ پروردگار ہے — پھر اتباعِ شافعِ روزِ شمار ہے
پھر پیرویِ سنتِ اصحابؓ دیار ہے — پھر مہدی زماں کی اطاعت بکار ہے
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّت کی پیروی سے خدا کا حبیب ہو — دوزخ کی آنچ دور ہو جنّت قریب ہو
دنیا میں ظلِ رحمتِ ربِ مجیب ہو — محشر میں مصطفیٰ کی شفاعت نصیب ہو
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّی وہی ہے ٹھیک جو سنّت کرے قبول — ہر شادی وغمی میں رہے پیروِ رسولؐ
سنّت سے باغ باغ ہو بدعت سے ہو ملول — بزم نکاح اس کی ہو جوں حیدرؓ وبتولؓ
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّت نبیؐ کے دین کی اصل اصول ہے — سنّت کی پیروی میں عبادت قبول ہے
سنّی کی بھول چوک میں نیکی حصول ہے — ہر نیکی بدعتی کی بدی میں شمول ہے
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

کہتے ہیں جسے لوگ حقیقت و طریقت — رکھا ہے جس کا نام مشائخ نے معرفت
وے ڈالیاں ہیں بیخ ہے ان سب کی شریعت — ہو جڑ نہ پائیدار تو جائے شجر الٹ
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّت میں امتحان ہے ہر دین دار کا — واعظ کا مولوی کا تہجد گزار کا
حاجی کا ہر نمازی کا ہر روزہ دار کا — صوفی کا ہر فقیر کا ہر نیک کار کا
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

اڑتے اگرچہ ہوئیں ہوا پر فقیر جی — گھستے ہوں آگ میں تو نہ جلتا ہو بال بھی

دریا کو تیرتے ہوں تو پاتر نہ ہو کبھی سنّت کے ہیں خلاف تو سمجھو انھیں غوی
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

آلِ نبیؐ جو مسلکِ سنّت کو چھوڑ کر چلتا ہے کار دین میں بدعت کی راہ پر
کل بدعتی سے پیش خدا ہے وہ خوار تر بھولا ہے راہ آپ کو کہلا کے راہ بر
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

افسوس ان دنوں وہ زمانہ پدید ہے کہ ہر کسی کا ایک طریقہ جدید ہے
بدعت کا زور شور قریب و بعید ہے سنّی کو ایسے وقت اجر صد شہید ہے
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

جب ہو ظہور بُعثِرَ مَا فِی الْقُبُوْر کا بازار گرم حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْر کا
بدحال تشنگی سے ہوا اہلِ نشور کا سنّی کو جام دیں گے شرابِ طہور کا
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

جس نے کہ کرکے اہلِ ضلالت کی پیروی سنّت سے منہ کو موڑ کے بدعت کی راہ لی
باہر ہوا وہ دائرہ اسلام سے شقی جان اس کو مشرکوں کا برادر تو اے اخی
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّی ہے خاص نائب سرکار مصطفیؐ پھیلا رہا ہے ہر سو طریقہ حدیث کا
ہے بدعتی خلیفۂ ابلیس بے حیا کوشش میں ہے کہ جلوۂ سنّت کو دوں بجھا
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّی کا جس گھڑی ہو گزر پل صراط پر یکدم میں مثل برق کے کرجائے گا سفر
جس دم دھرے گا پُل پہ قدم بدعتی خر کٹ کر گرے گا قعر جہنم میں بے خبر
سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّی کی گور نور سے پُر نور ہوئے گی عطر و گلاب و مشک سے معمور ہوئے گی
اور بدعتی کی چوں شب دیجور ہوئے گی مارے تپش کے صورت تنور ہوئے گی

سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

لادے گی گور پیروِ سنّت کے ساتھ پیار — لڑکے کو جیسے گود میں کرتی ہے ماں دُلار
دابے گی بدعتی کے بدن کو شکنجہ وار — ڈالے گی اس کی ہڈی وپسلی کو توڑ تاڑ

سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

کرتا ہے جان و دل سے جو سنّت کی پیروی — وہابی اس کو کہتے ہیں سب مل کے بدعتی
وہابی کس طرح نہ ہو مقبول ایزدی — وہابی میں جو یاہے سوہے یائے نسبتی

سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

اُمّت ہے مصطفیٰ کی تہتّر گروہ کی — ناجی ہے ان میں ایک بہتّر ہے دوزخی
ناجی ہے جس نے مسلکِ سنّت قبول کی — ناری ہے جس گروہ نے بدعت کی راہ لی

سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّت کے برخلاف کو مرشد نہ کیجئے — ہاتھ اپنا اس کے ہاتھ میں ہرگز نہ دیجئے
تسبیح وتاج و جبّہ پہ اس کے نہ بھولئے — اس پیر جی کو نائب ابلیس بو جھئے

سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

جو پیروِ رسولؐ ہو کامل اُسی کو جان — عارف وہی ہے ذاکر و شاغل اسی کو جان
عامی محض ہے تب بھی تو فاضل اسی کو جان — سو عاقلوں کے بیچ میں قابل اُسی کو جان

سُنّی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

سنّی ستم اٹھاتے ہیں سنّت کے واسطے — گالی و مار کھاتے ہیں سنّت کے واسطے
گھر مال وزر لٹاتے ہیں سنت کے واسطے — آخر کو سرکٹاتے ہیں سنت کے واسطے

سُنّی خوش نصیب کو باغِ و بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

مسلّم کی بعد ختم مسدس کے ہے دعا — کہ بخش دیجو میرے گناہوں کو یا خدا
محفوظ رکھ کے آفت بدعت سے تو سدا — سنّت کی اتباع میں کامل مجھے بنا

سُنّی خوش نصیب کو باغِ بہار ہے
بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے

مسدّس درخوبی سُنّت ومذمّت بدعت

(دیوانِ گلشن حیات)

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

اتر کاشی میں بادل پھٹنے کے باعث سیلاب سے بھاری جانی ومالی نقصان پر اظہار رنج وغم اور راحت رسانی کے کاموں میں تیزی لانے کی اپیل

دہلی ۷/اگست ۲۰۲۵ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے اتراکھنڈ کے شہر اتر کاشی میں بادل پھٹنے کی وجہ سے آئے تباہ کن سیلاب سے جو بھاری جانی ومالی نقصان ہوا ہے اس پر اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ اور اسے قومی سطح کا المیہ قرار دیا ہے۔ اچانک آئے اس بھاری سیلاب سے جو تباہی آئی ہے اور جس سے دھرالی گاؤں میں بڑی تعداد میں مکانات، ہوٹلس اور پوری کی پوری بستیاں بہ گئی ہیں اس نے قیامت کا منظر پیش کیا ہے۔ تباہ شدہ بستیوں میں اب بھی کچھ لوگوں کے ملبے میں دبے ہونے کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے جس کے لیے صوبائی ومرکزی حکومتوں کو راحت رسانی کے کاموں میں مزید تیزی لانے اور فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ باتیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے ذرائع ابلاغ کے نام جاری ایک بیان میں کہی گئی ہیں۔

پریس ریلیز کے مطابق امیر محترم نے اس قدرتی آفت کے متاثرین کے ساتھ ساتھ ملک میں دیگر آفات مثلا لینڈ سلائڈنگ کے متاثرین اور سیلاب زدگان سے اظہار ہمدردی کیا ہے اور کہا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی دیرینہ روایت کے مطابق ہر طرح کے تعاون اور ریلیف کے لیے تیار ہے۔ اور متاثرہ علاقوں کے باشندگان سے اپیل کی ہے کہ ان مشکل حالات میں وہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں اور آپسی بھائی چارہ اور باہمی تعاون کا خاص خیال رکھیں۔ علاوہ ازیں تمام ہمدردان قوم سے بلا تفریق مذہب وملت اپیل کی ہے کہ وہ مصیبت زدہ افراد سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے مصیبت کی اس گھڑی میں ان کی خاطر خواہ امداد کریں۔ ساتھ ہی صوبائی ومرکزی حکومتیں جو راحت رسانی کے کام میں کافی مستعد نظر آ رہی ہیں اور انہوں نے فوج، این ڈی آر ایف، ایس ڈی آر ایف اور دیگر ایجنسیوں کی تعیناتی کر دی ہے جو ایک ضروری اور مستحسن اقدام ہے۔ علاوہ ازیں ان سے یہ بھی اپیل کی ہے کہ متاثرین کی راحت رسانی، باز آبادکاری اور نقصانات کے معاوضہ کے سلسلہ میں مزید مناسب اقدامات کریں، اس میں کسی قسم کی تساہلی نہ برتی جائے اور انتظامیہ کو پوری طرح چوکس کر دیا جائے۔

امیر محترم نے زور دے کر کہا کہ اتنے بڑے پیمانے پر اس طرح کی آفات، بلیات، سانحات، لینڈ سلائیڈنگ، سیلاب وغیرہ قدرتی نظام کا حصہ ہیں اور نظام قدرت سے چھیڑ چھاڑ اور انسانوں کے بے جا تصرفات مثلاً درختوں کی کٹائی، زمینوں کی کھدائی، پہاڑوں کی صفائی، آلودگی وغیرہ بھی ان کے منجملہ سبب بنتے ہیں۔ نیز یہ کہ اس طرح کی آفات، زمین پر ہم انسانوں کے ظلم اور گناہوں کے عام ہونے کی وجہ سے بھی آتی ہیں اور بسا اوقات عبرت وموعظت اور آئندہ ہوشیار رہنے کے لیے آتی ہیں۔ لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں اور اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کریں۔

....

ہندوستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے سابق استاد مخلص کارکن ماسٹر افضال احمد صاحب کا انتقال پُرملال: نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ ہندوستان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو کے استاد ماسٹر افضال احمد صاحب کا بتاریخ 16 / جولائی 2025، بروز بدھ بوقت ساڑھے چار بجے مختصر علالت کے بعد بعمر تقریبا 70/سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جماعتی خبریں

جناب ماسٹر افضال احمد صاحب بڑے خلیق وملنسار، متواضع، مہمان نواز، علماء کے قدردان، صوم وصلاۃ کے پابند مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے خیر خواہ تھے اور مادر علمی جامعہ اثریہ دارالحدیث میں راقم کی آمد کے لیے ہمیشہ چشم براہ رہتے تھے۔ علماء کے قدردان، اور دارالحدیث جامعہ اثریہ کے بے حد خیر خواہ تھے، اور ہر شخص سے توقع رکھتے تھے کہ وہ جامعہ تشریف لائے اور دعاؤں اور اپنی خصوصی توجہات سے نوازے۔ اس کے لئے وہ عشق کی حد تک حریص واقع ہوئے تھے، اور لوگوں کا استقبال بھی والہانہ کرتے تھے۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

پسماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر کرے، خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جامعہ اثریہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (دعا گو: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدر پور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR,
JAMA MASJID, DELHI - 110006
PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without Pre-payment in
LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25

August 16-31-2025

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

دینی مدارس وجامعات اور اسکولز اور کالجز کے طلبہ کے لیے
ملکی سطح پر عظیم الشان مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم میں حصہ لینے
اور ہزاروں روپے کے گراں قدر نقد ودیگر انعامات حاصل کرنے کا

سنہرا موقع

اکیسواں کل ہند

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ **4-5/اکتوبر 2025ء**

بمطابق ۱۱-۱۲/ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ

ہفتہ، اتوار بوقت ۸/بجے صبح تا ۹/بجے شب

بمقام

اہل حدیث کمپلیکس

D-254، ابوالفضل انکلیو
جامعہ نگر اوکھلا، نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
28/ستمبر 2025ء

اغراض ومقاصد

☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا۔
☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا۔
☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا۔
☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا۔
☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا۔
☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان

مقابلے کے زمرے

- اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید قرأت
- دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- چہارم: حفظ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۴/۱۴ اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھی کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

شرائط شرکت مسابقہ

① مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ ناگزیر حالات میں رجسٹریشن کے لئے سادہ کاغذ پر بھی درخواست دی جاسکتی ہے، اور بذریعہ فون بھی رجسٹریشن ممکن ہے البتہ مسابقہ شروع ہونے سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مطبوعہ فارم حاصل کرکے پر کرنا ضروری ہے ② زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم کے لیے ۲۵ سال سے عمر زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر ۲۵ سال مقرر ہے۔ ③ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ④ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلہ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ⑤ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے زیریں زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ⑥ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ⑦ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ⑧ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے۔ ⑨ اصول تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا ☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرہ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

نوٹ: مزید تفصیلات اور داخلہ فارم جریدہ ترجمان کے اس شمارہ کے اندرونی صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔
نیز مسابقہ فارم مرکزی کے آفیشیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی موجود ہے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶، فون: 011-23273407، موبائل 8744033926, 9213172981

الداعی: مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.

Editor. Md Khurshid Alam